tsurdu.blogspot.com

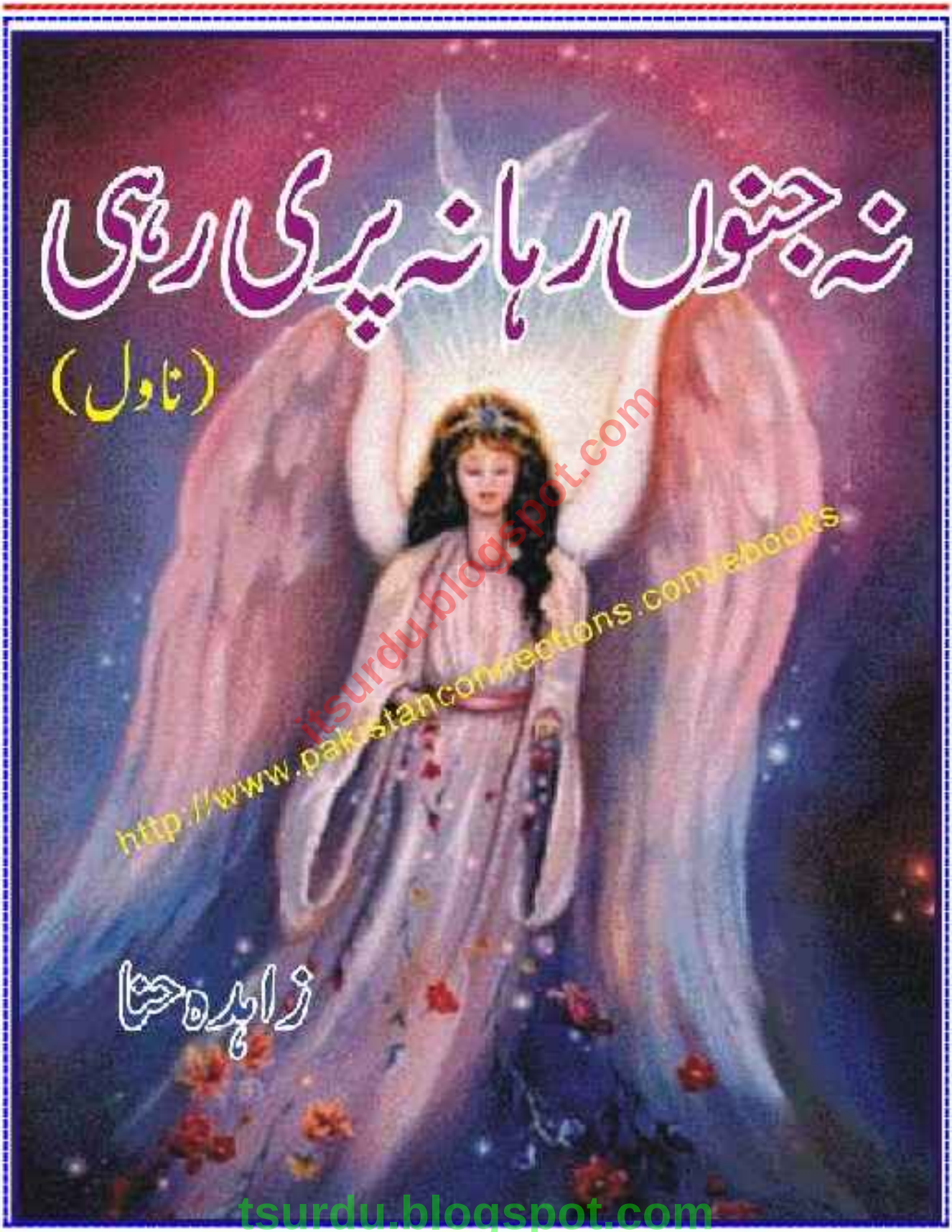

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

نہ جنوں رہا نہ پری رہی

(ناول)

itsurdu.blogspot.com

زاہدہ حنا

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

نہ جنوں رہا نہ پری رہی

برجیس داور علی نے لفٹ سے نکل کر اطالوی ٹائیلوں کے چکنے اور چمکتے ہوئے فرش پر قدم رکھا۔ ہوٹل کی خنک لابی میں گزرتے ہوئے لوگوں کی سرگوشیاں اور قہقہے تھے۔ کافی شاپ کی دیوار پر جڑے ہوئے آئینوں میں وسعت اور فراخی کا فریب تھا۔ ہزاروں قلموں والے شانڈلیئر سے روشنی کا گرتا ہوا آبشار تھا اور پیانو پر جھکے ہوئے شخص کی انگلیوں سے پھوٹتی ہوئی بھولی بسری دھنوں کی دھارائیں تھیں۔

ہر طرف آرائش تھی آسائش تھی راحت تھی راحت کی شباہت تھی۔ اس شہر سے پہلی ملاقات اب سے کتنی مختلف تھی۔ نئی زمین نیا آسمان۔ ایک اجڑا ہوا بے رونق گندا ریلوے اسٹیشن' پیوند لگی ہوئی بدرنگ قمیصوں میں سامان سے دہرے ہو جانے والے قلی۔ پلیٹ فارم پر خوانچے اور ٹھیلے والوں برات۔۔۔۔۔۔۔ "چائے گرم" کی آوازیں' فرش اور دیواروں پر پیک کی پچکاریاں' جا بجا بلغم اور اس پر مکھیوں کی یلغار' لوگوں کا ریلا جس میں وہ تنکے کی طرح بہتی ہوئی' چند آشنا چہروں کو ڈھونڈتی ہوئی۔

اس بار کا آنا پہلی بار کے آنے سے کتنا مختلف تھا۔ یہاں سے ہر سال دستخط شدہ ویزا ئیر کارڈ اسے ملتا۔ اطلاع گھر کی کھڑکیاں روشن ہیں۔ درمیان میں ایک دو سطری خط بھی آیا تھا۔ خیر بدوہ بھی نئے سال کی مبارک باد بھیجتی رہی۔ اشارہ' زندگی اور موجودگی کا۔

کتنی بار ہوک اٹھی تھی یہاں آنے کی اور سال بہ سال اس نے دل کو سمجھایا تھا۔ یہ تاب یہ مجال' یہ طاقت نہیں مجھے۔ دل کہتا زندگی کی شام تو ہو گئی اب کب جاؤ گی؟ اور وہ؟ تو کب سے مانگے ہوئے لمحوں میں زندہ تھی۔ دوئی نیناں مت کھائیو۔ اس ملاقات کو وہ کب تک ٹالے گی؟ آئینہ اسے ملامت کرتا۔ خواب اسے کھلا ہوا دروازہ' راہ داری میں جلتا ہوا سہ شاخہ اور مہربان چہرے دکھاتے۔

اتنی بزدل' اتنی کم ہمت تو اس وقت بھی تم نہ تھیں جب اس شہر کی طرف پہلا سفر کیا تھا۔ آئینہ طنز کرتا۔

وہ تو کچھ اور ہی وقت تھا بے حرص و ہوا' بے خوف و خطر' اس ہاتھ پہ سر' اس کف پہ جگر' یوں کوئے صنم میں وقت سفر' نظارہ بام ناز کیا۔

اس کا عکس آہ بھرتا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

جگر لخت لخت کو جمع کرنا سہل تو نہ تھا۔ وہ اسی مرحلے میں تھی کہ امریکہ سے دعوت نامہ آ گیا۔ ایک اور سفر درپیش۔ آئینے کی طرف سے طنز کے نئے تیر۔

اس گھر کا نمک بھی یاد نہیں رہا تمہیں؟

وہ بے قرار ہو گئی نمک؟ میری تو زندگی بھی اسی گھر کی داد و دہش ہے۔

تو پھر مان لو کہ حق ادا نہ ہوا۔ وہ خبر بد جب آئی تھی' جب وہاں تمہارا انتظار کیا گیا ہو گا۔

آئینہ سچا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اس نے سر جھکا دیا۔ زندگی کے آخری سچ سے مل لوں۔ انہیں دیکھ لوں' دو دن کے لیے ہی سہی۔

اندرا گاندھی انٹرنیشنل ائیر پورٹ سے جہاز ٹرمنل تک۔ اضطراب گھبراہٹ۔ آ جانے کی اطلاع نہیں دی ہے تو کیا اب سیدھے گھر چلی جاؤں؟ ہر بن مو سے خوں ناب سے ٹپکتا تھا۔ نہیں۔ سامان کسی ہوٹل میں رکھ لوں' ذرا سنبھل لوں تو چلوں۔

ائیر پورٹ سے ہوٹل تک شہر اتنی تیزی سے پھیلا تھا جیسے بدن میں کینسر پھیلتا ہے۔ دیواروں پہ کوڑھ پھوٹا ہوا تھا۔ شہید بابری مسجد کی پکار۔ ریپ انڈیا۔ نعرہ سندھ' جئے سندھ' شیعہ کافر۔ جو قائد کا غدار ہے وہ موت کا حق دار ہے۔ قادیانی واجب القتل ہیں۔ ماریں گے مر جائیں گے' مہاجر صوبہ بنائیں گے۔ کرش انڈیا نعروں کا تعاقب یہاں بھی جاری تھا۔ اس نے لرز کر آنکھیں بند کر لیں۔ ٹیکسی فریئر ہال کے عین مقابل بنے ہوئے میریٹ' کے پورٹیکو میں رکی تو اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ہوٹل نیا تھا لیکن راستہ تو دیکھا بھالا تھا۔

چلتے چلتے وہ لابی کے ایک آرائشی آئینے میں ٹھہر گئی اور اس باوقار عورت کو دیکھا جس کا متناسب اور بالا قامت وجود' آب رواں کی کلف لگی ساڑی میں لپٹا ہوا تھا۔ ترشے ہوئے بال شانوں سے نیچے گر رہے تھے' کنپٹیوں پر چاندی کے تاروں کی کڑھت تھی۔ ساڑی پر لگے ہوئے بروچ نے روشنی کے آبشار میں نہاتے ہوئے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔

ہوٹل کے صدر دروازے سے باہر ابر آلود شام تھی اور شام میں شہری آوازوں کے بھنور تھے۔ سڑک کنارے دھونی رمانے والے بوڑھے پیڑوں کی شاخوں پر بسیرا کرنے والے پرندوں کی آوازیں اس بھنور میں ڈوب اور ابھر رہی تھیں۔

وہ نرم روی سے چلتی رہی۔ فریئر ہال امریکن کونسلیٹ' سندھ کلب' اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس' جانی پہچانی عمارتیں اس کے دائیں بائیں چھوٹتی چلی گئیں۔ ہوٹل میٹروپول کے چوراہے پر آئی۔ سامنے کی عمارت میں کے ایل ایم کا ماڈل طیارہ سر اٹھائے پر تولے کھڑا

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

تھا۔

اس نے سڑک پار کی اور عمارت کے صدر دروازے پر پہنچ کر لمحے بھر کے لیے ٹھٹکی۔ لکڑی کی سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ وہ سج وج ان پر چڑھنے لگی۔ پہلی منزل پھر دوسری اور آخر کار تیسری منزل۔ لکڑی کا دو پٹ پالا دروازہ اس کے سامنے آ گیا۔ پیتل کی پرانی تختی کو بہت دنوں سے کسی نے صاف نہیں کیا تھا۔ در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا۔ بے قراری سوا ہوتی جاتی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے دیوار کا سہارا لیا۔ گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھ تو اندر کمرے میں کہیں کوئل سی کوکی۔ پہلے والی کی آواز کس قدر تیز تھی۔

وہ دروازے کو دیکھتی رہی لیکن وہ بند رہا۔ قدموں کی چاپ کہیں سے نہ ابھری۔ اس نے دوبارہ اور پھر بے قرار ہو کر تیسری مرتبہ گھنٹی بجائی۔ اندر سے ایک آواز ابھری' کوئی پیروں کو گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف آ رہا تھا۔ پھر دروازہ آہستہ آہستہ کھلا۔ جھکے ہوئے ٹھٹھ ایسی ایک عورت دہلیز پہ کھڑی تھی۔ خاکستری رنگ کے کارڈیگن میں مٹھی بھر ہڈیاں' ساڑی کا پلو سیدھے شانے پر' سر پر منڈھی ہوئی سیاہ ٹوپی نے سفید بالوں کو چھپا لیا تھا۔ چھڑی کے سہارے کھڑی ہوئی کبڑی عورت نے گردن اٹھا کر برجیس داور علی کو دیکھنے کی کوشش کی۔

برجیس نے اس کے عقب میں نظر دوڑائی' بانو آنٹی اسے کہیں دکھائی نہیں دیں' منو چہر نے یہ بڑھیا شاید ماں کی دوسراہت کے لے رکھ لی تھی۔

''مسز کاؤس جی سے ملنا ہے۔'' برجیس نے کہا۔

کبڑی عورت نے اپنی ٹیڑھی میڑھی انگلیوں سے دروازے کا ایک پٹ تھام کر گردن آگے بڑھائی ''بولو کیا مانگتا ہے؟''

''مسز کاؤس جو کو بلا دیں۔'' برجیس نے اس مرتبہ قدرے زور سے کہا۔

''بولو بابا بولو۔ اپن مسز کاؤس جی ہے۔''

اپن مسز کاؤس جی ہے اپن مسز کاؤس جی ہے' زمین سے آسمان تک اس آواز کی گونج تھی۔ برجیس نے بہرے کانوں سے آس آواز کو سنا! اندھی آنکھوں سے سامنے کھڑی ہوئی عورت کو دیکھا۔ شریانوں میں خون کی نہیں آنسوؤں کی گردش تھی۔

''اپن تم کو نہیں جانتا'' عورت نے برخی سے کہا اور دروازہ بند کرنے لگی۔''

برجیس نے دروازے کے دونوں پٹ تھام لیے ''میں برجیس ہوں بانو آنٹی۔ آپ کی برجیش۔ ہندوستان سے آئی ہوں۔

''ہندوستان؟ انڈیا؟'' آواز نے کچھ یاد کرنے کی کوشش کی! پھر اچانک چہرے پر منڈی ہوئی کھال کے نیچے چراغ سے جل

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اٹھے "تم آ گیا برجیش۔ لے آیا تم مینو کو؟" کمزور اور کانپتے ہوئے ہاتھوں نے پوری قوت سے تھاما تو وہ لڑکھڑا گئی پھر سنبھل کر اس نے بانو آنٹی کی ٹیڑھی میڑھی انگلیاں تھامیں اور ان سے لپٹ گئی۔

وقت کی گلہری نے اپنی چمک دار اور عیار آنکھوں سے برجیس داور علی اور بانو لشکری کاؤس جو کو دیکھا۔ وہ کٹر کٹر کچھ کھا رہی تھی۔ مینہ کی جھڑی پل بھر کو نہیں تھمی تھی۔ بجلی خاصی دیر پہلے گئی تھی اور ابھی تک نہیں آئی تھی۔ اندھیرے میں ماحول کچھ زیادہ ہی مہیب اور پراسرار ہو گیا تھا۔ برجیس نے بلڈنگ کے چوبی زینے پر بیٹھے بیٹھے جھرجھری لی۔ لباس میں برسات کی نمی رچ گئی تھی اور بدن فضا کی خنکی سے رہ رہ کر کپکپا اٹھتا تھا۔

ہوا کی سنسناہٹ اور دیر سے برستے ہوئے مینہ کی جھما جھم پر اچانک ٹاپوں کی آواز غالب آ گئی۔ گھوڑے کے سم گیلی زمین پر رپٹے اور سنبھل گئے۔ گہرے اندھیرے میں جگنو ایسی ایک روشنی سڑک سے کچھ اوپر پلکیں جھکانے لگی۔ اسی لمحے بجلی چمکی اور پل بھر کے لیے سارا منظر اجالے میں نہا گیا۔ دروازے کے سامنے ترپال سے ڈھکی ہوئی وکٹوریہ رکی ہوئی تھی اور کوچوان اپنی گدی سے کود کر نیچے اتر رہا تھا۔

آسمانی بجلی کے غائب ہوتے ہی وکٹوریہ کے بائیں جانب کی لالٹین ایک بار پھر اندھیرے میں جگنو بن گئی۔ کسی نے وکٹوریہ میں دیا سلائی جلائی تو اس کی کپکپاتی ہوئی روشنی میں وکٹوریہ کا اندرونی حصہ کسی پراسرار انگریزی فلم کی یاد دلانے لگا۔ اچانک برجیس کو احساس ہوا کہ اترنے والے اسی بلڈنگ کے مکین ہیں اور چند ہی لمحوں میں اس کے سر پر پہنچنے والے ہیں۔ خوف سے معدے میں جو گرہ لگی ہوئی تھی وہ اور تنگ ہو گئی۔ یہ لوگ مجھے دیکھ کر کیا سوچیں گے۔ چور نہ سمجھیں یا بھکاری۔ یا پھر اور اس سے آگے اپنا جملہ وہ خود ہی مکمل نہ کر سکی۔

اتنی دیر میں وہ لوگ وکٹوریہ سے اتر کر تیزی سے بلڈنگ کے اندر آ گئے۔ کسی نے راستہ دکھانے کے لیے ماچس جلائی تو دیا سلائی کی ننھی سی لو میں برجیس کو ایک مرد اور ایک خاتون نظر آئیں۔ وہ انہیں راستہ دینے کے لیے جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ خاتون نے چونک کر اسے دیکھا زیر لب کچھ کہا پھر تمکنت سے سر اٹھائے' پلو سنبھالے' اس کے برابر سے گزر گئیں۔ برجیس نے دیکھا وہ الٹا آنچل اوڑھے ہوئے تھیں۔ شاید پراسن تھیں اس نے کلکتہ اور بمبئی میں بہت سی پارسنیں دیکھی تھیں۔ مرد جلتی ہوئی تیلی کو ہوا سے بچاتے ہوئے ان خاتون کے پیچھے سیڑھیاں چڑھتا گیا۔

برجیس نے مڑ کر دیکھا ان کے سائے بھی اب اوجھل ہو گئے تھے اور ایک بار پھر ہر طرف اندھیرا ہو گیا تھا۔ اس نے گھٹنوں پر سر

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

رکھ دیا۔ درد سے اس کی کنپٹیاں تڑخ رہی تھیں۔ کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ ساری رات کیا یہیں بیٹھے بیٹھے گزر جائے گی؟ زندگی میں پہلی بار اس قدر گہرا خوف اس کی ہڈیوں میں سرایت کر رہا تھا۔

اسے خیال آیا نچلی سیڑھی پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ دو تین سیڑھیاں اوپر چڑھ کر بیٹھ جائے' اس طرح وہ فٹ پاتھ سے گزرتے ہوئے کسی راہ گیر یا علاقے کے چوکیدار کی نظر میں تو نہیں آئے گی۔

دو سیڑھیاں چڑھ کر وہ بیٹھنے لگی تو کوئی چیز اس کے پہلو میں چبھی۔ اس نے ٹٹول کر اس چیز کو اٹھایا اور اٹھاتے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کوئی بروچ ہے۔ شاید ان ہی پارس خاتون کو جو کچھ دیر پہلے اوپر گئی تھیں۔ شاید وہ دونوں نے اسے ڈھونڈنے کے لیے نیچے آئیں۔ لیکن جب دس منٹ گزر گئے اور کوئی نیچے نہ آیا تو اسے جھنجھلاہٹ سی ہونے لگی۔ اپنی ہی افتاد کیا کم تھی کہ اب یہ بروچ مل گیا تھا۔ بروچ کا آخر وہ کیا کرے؟ اسے یوں ہی سیڑھی پر چھوڑا بھی تو نہیں جا سکتا تھا۔

اس کی سمجھ میں جب کچھ نہ آیا تو وہ شانے سے لٹکے ہوئے چمڑے کے بیگ کو سنبھالتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ اندھیرے میں ایک قطعاً اجنبی جوڑے کا گھر ڈھونڈنا بھی ایک عجیب ہی تجربہ تھا۔ دیوار کا سہارا لے کر وہ سنبھل سنبھل کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ پہلی منزل کے دروازے پر دستک دینا لاحاصل تھا۔ وہ دونوں یقیناً پہلی منزل پر نہیں رکے تھے۔ ان کے قدموں کی آواز خاصی اوپر تک گئی تھی۔

بروچ کو مٹھی میں دبائے برجیس اوپر چڑھتی رہی۔ شاید ان دو دروازوں میں سے کوئی ان کا ہو۔ دوسری منزل پر پہنچ کر اس نے سوچا' دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور ہتھیلیاں پسیج رہی تھیں۔ اس نے دائیں دروازے پر دستک دی۔ دروازے کی جھری سے مدھم روشنی چھن رہی تھی۔ دوسری دستک پر اندر سے کسی مرد نے تیزی آواز سے انگریزی میں پوچھا ''کون ہے؟''

برجیس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے اور کیا پوچھے۔ کیسی عجیب صورت حال تھی۔ اس نے انگریزی میں ہی دروازہ کھولنے کو کہا۔

چند لمحوں کے بعد دروازہ آدھا کھلا اور اس میں سے ایک گوانیز کرسچین چہرہ جھانکنے لگا۔ اندر راہ داری میں کیروسین لیمپ جل رہا تھا اور کھلے ہوئے دروازے سے اس کی روشنی باہر تک آ رہی تھی۔

''اس ٹیم کیا مانگتا؟ کس کو پوچھتا ہے؟'' آواز قدرے تیکھی تھی۔

''اس بلڈنگ میں جو پارسی فیملی''

''تم کاؤس جی کا فلیٹ مانگتا۔'' گوانیز کرسچین نے اس کا جملہ کاٹ دیا تیسرے مالے لر لیفٹ ہینڈ کا ڈور ہے!'' دروازہ ایک

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

دھڑاکے سے بند ہو گیا۔

برجیس نے اطمینان کا سانس لیا اور اوپر کا رخ کیا۔ شاید اس پارسی فیملی کے ذریعے اس کا اپنا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ تیسری منزل پر پہنچ کر وہ رک گئی۔ بائیں جانب کے دروازے پر کال بیل کا فاسفورس والا بٹن اندھیرے میں روشن تھا برجیس نے بے ساختہ کال بیل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور فوراً ہی کھینچ لیا پھر دستک دی۔ اندر سے ایک مرد اور ایک عورت کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دستک کی آواز سن کر عورت نے گجراتی میں کچھ کہا۔ تیز قدموں کی چاپ ابھری اور دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔

راہ داری میں ایک سہ شاخہ روشن تھا اور اس کی روشنی میں ایک مرد اس کے سامنے کھڑا تھا۔

کون ہو تم؟ کیا بات ہے؟'' مرد نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کی مسز کی کوئی چیز کھو گئی ہے؟'' برجیس نے مرد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ یقیناً مرد ابھی تھوڑی دیر پہلے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا تھا۔

اندر سے خاتون کی آواز آئی۔ وہ کچھ پوچھ رہی تھیں۔

''نہیں منو چہر نہیں' سیڑھیوں والی لڑکی ہے۔'' مرد نے کہا۔

برجیس سمجھ گئی کہ دونوں کے درمیان اس کے بارے میں تجسس آمیز جملوں کا تبادلہ ضرور ہوا ہے۔ شاید یہی کاؤس جی تھے۔

''ہاں میری وائف کا بروچ گر گیا ہے۔'' کاؤس جی نے اسے غور سے دیکھا ''کیا تمہیں ملا ہے؟''

برجیس نے مٹھی کھول کر ہتھیلی آگے بڑھا دی۔ پسینے میں بھیگی ہوئی ہتھیلی پر موم بتی کی نرم روشنی میں فیروزے کا ایک جڑاؤ بروچ جگمگایا۔ یقیناً بہت قیمتی تھا۔

خاتون اسی وقت گجراتی میں کچھ بولتی ہوئی راہ داری میں آ گئیں۔

''اندر آ جاؤ۔'' کاؤس جی نے تحکم آمیز لہجے میں کہا۔

برجیس ہچکچائی لیکن ایک عمارت کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر رات گزارنے کا خوف ایک اجنبی گھر میں قدم رکھنے کے خوف پر غالب آ گیا۔ کاؤس جی اسے راستہ دینے کے لیے ایک طرف ہٹ گئے اور وہ ان کے برابر سے گزر کر راہداری میں داخل ہو گئی۔ خاتون سامنے کھڑی تھیں اور مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے کاؤس جی کی طرف دیکھا لیکن انہوں نے کچھ کہے بغیر خاتون کو آگے چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ایک شاندار ڈرائنگ روم تھا۔ دبیز قالین شنیل کی پوشش والے بڑے بڑے صوفے۔ تپائیاں دیواروں پر تصویریں۔ یہاں بھی ایک دوبتی لیمپ جل رہا تھا۔

کاؤس جی نے برجیس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ایک صوفے پر ٹک گئی خاتون کے چہرے پر الجھن نمایاں تھی

''یہ لڑکی تمہارا بروچ لائی ہے۔'' کاؤس جی نے بیوی کو مخاطب کیا' پھر انہوں نے برجیس سے کہا'' بروچ انہیں دے دو۔''

برجیس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بروچ مسز کاؤس جی کی طرف بڑھا دیا۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ایک نظر بروچ پر ڈالی پھر برجیس کو دیکھا۔

''گڈ گاڈ! لڑکی یہ تمہیں کہاں سے ملا؟'' انہوں نے بروچ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ سیڑھیوں پر گر گیا تھا۔''

''تم نے یہ کیسے جانا کہ یہ بروچ ہمارا ہے؟'' کاؤس جی کی نگاہیں اسے ٹٹول رہی تھیں۔

''پارسی خواتین ساڑی پر عموماً بروچ لگاتی ہیں۔''

''لیکن تم نے ہمارا فلیٹ کیسے ڈھونڈا؟'' وہ وکیلوں کی طرح جرح کر رہے تھے۔

''میں نے پہلے دوسری منزل کے فلیٹ پر دستک دی تھی۔ وہاں سے ایک صاحب نے بتایا کہ آپ تیسری منزل پر رہتے ہیں۔''

''تم اسے خود بھی تو رکھ سکتی تھیں۔'' کاؤس جی کے اس غیر متوقع جملے نے ایک لمحے کے لیے برجیس کو حیران کر دیا اور جب مطلب اس کی سمجھ میں آیا تو بدن کا سارا خون اس کے چہرے پر سمٹ آیا۔

''جو چیز میری نہ تھی میں اسے اپنے پاس کیسے رکھ لیتی۔'' برجیس کا لہجہ تیکھا تھا۔

''آئی ایم سوری۔ میں تم پر رشک نہیں کر رہا' دراصل تم جس طرح نیچے سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں'' کاؤس جی خاموش ہو گئے۔ شاید انہیں اپنی بات مکمل کرنے کے لیے مناسب لفظ نہیں مل رہے تھے۔

''اپن تم کو نیچے دیکھا تو حیران ہوا۔ کاؤس جی سے اپن بولا ادھر کوئی فٹرا ہے۔ ڈونٹ مائنڈ اٹ۔ آدمی کے متھے پر تو کچھ نئیں لکھا ہوتا۔'' مسٹر کاؤس جی نے جلدی سے کہا۔

''ہم سمجھے تھے بروچ وکٹوریہ میں گر گیا سیڑھیوں کا تو خیال ہی نہیں آیا۔ یہ میری دادی ماں کا ہے فیملی فارچون'' وہ چند لمحوں کے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

لیے خاموش ہو گئے۔ ''سمجھ میں نہیں آتا تمہارا کس طرح شکریہ ادا کریں۔''

روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا کمرہ جگمگا اٹھا۔ بجلی آ گئی تھی۔ ''اھور مزدا کی مہربانی۔'' مسز کاؤس جی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

کاؤس جی اور مسز کاؤس جی نے برجیس کے سراپا اور لباس میں پر نظر ڈالی۔ صاف ستھرا سادہ سوتی لباس' پیروں میں کولہاپوری چپلیں اور قدموں کے پاس رکھا ہوا درمیانے سائز کا ایک ہینڈ بیگ جس میں شولڈر اسٹریپ بھی لگا ہوا تھا۔ دلکش چہرے پر سنجیدگی کی پرچھائیاں

لاکھ چاہنے کے باوجود برجیس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی یہ کہنے کی کہ آج کی رات آپ مجھے اپنی پناہ میں لے لیں۔ اس نے بیگ سنبھالتے ہوئے کمزور آواز میں کہا ''اب میں چلتی ہوں۔''

''ایک منٹ۔'' کاؤس جی کھنکارے ''تم شاید گھر جا رہی تھیں کہ اچانک بارش نے آ لیا۔'' انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا ''میرا بیٹا آتا ہی ہوگا پھر ہم تمہیں گاڑی میں تمہارے گھر چھوڑ آئیں گے۔''

''جی'' برجیس کی زبان لڑکھڑا گئی ''جی آج ہی کراچی پہنچی ہوں۔ رشتہ دار جن کے پاس آئی تھی وہ ملے نہیں اور اب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اپنا جملہ کیوں کر مکمل کرے۔

''گڈ گاڈ! تمہیں اپنے رشتہ دار کا گھر نہیں ملا تو تم سیڑھیوں پر رات گزارنے کے لیے بیٹھی ہوئی تھیں؟'' کاؤس جی کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ ''تم سے کس احمق نے کہا تھا کراچی جیسے شہر میں یوں منہ اٹھا کر چلے آنے کو اور تم نے اپنے رشتہ داروں کو اطلاع کیوں نہیں دی اپنے آنے کی؟'' کاؤس جی نے تشویش اور حیرت سے پوچھا۔

برجیس نے سر جھکا لیا وہ ایک اجنبی کو اپنا دکھڑا کیا سناتی۔

مسز کاؤس جی اسے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھیں ''مائی پور چائلڈ' گھر میں کوئی نہیں تھا جو تمہارے ساتھ آتا؟''

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی کاؤس جی بول پڑے ''تمہارا نام؟''

''برجیس''

''کہاں سے آئی ہو؟''

اسی وقت کال بیل کرخت آواز سارے میں گونج گئی۔

''منو چہر ہوگا۔'' کاؤس جی بڑبڑائے اور اٹھ گئے۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''آج بہت دیری سے آیا۔'' مسز کاؤس جی نے آہستہ سے کہا۔

''جلدی کب آتا ہے؟ آج اس کے گاڑی لے جانے سے ہمیں کس قدر پریشانی ہوئی ہے۔'' کاؤس جی بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کھولنے چلے گئے۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلنے کی اور گجراتی میں تیز تیز مکالموں کی آواز سنائی دی دروازہ دھڑ سے بند ہوا اور ایک مردانہ چاپ کسی دوسرے کمرے میں گم ہوگئی۔

کاؤس جی واپس ڈرائنگ روم میں آئے۔

''تم نے کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا؟''

برجیس سر جھکائے قالین کے نقش ونگار دیکھتی رہی۔

''اپن بھی نہیں کھایا۔ تم بیٹھو اپن ابھی کھانا گرم کرتا۔'' مسز کاؤس جی کھڑی ہوگئیں۔

''باقی باتیں تم سے بعد میں پوچھوں گا' کھانا لگنے والا ہے تم منہ ہاتھ دھولو۔'' کاؤس جی نے کہا اور اسے غسل خانے کا راستہ دکھایا۔

شینک کا باتھ ٹب اور واش بیسن بجلی کی روشنی میں چمک رہے تھے اور ان کی دودھ ایسی سفیدی آنکھوں میں کھب رہی تھی۔ شیمپو' کولون' آفٹر شیو اور کئی دوسری چیزیں قرینے سے کیبنٹ میں سجی ہوئی تھیں۔ آئینے میں برجیس نے اپنا چہرہ دیکھا ''کیا واقعی یہ میں ہوں؟ بے نام ونشان جس کا کوئی گھر نہیں' جس کو منزل ابھی ملی نہیں؟ اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اس نیچ ہرہ جھکا لیا اور بیسن کا نل کھول دیا۔ پانی شرائے سے گرنے لگا اس نے آستین چڑھا کر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر چہرہ۔ دونوں ہاتھوں کو گیلا کر کے اس نے اپنے سر پر پھیرا انگلیوں سے بال برابر کئے اور باہر نکل آئی۔

ڈائننگ روم کی ہر چیز سے امارت اور پشتوں کی دولت ٹپک رہی تھی برجیس نے چیزوں پر ایک سرسری نظر ڈالی اور مسز کاؤس جی نے جس کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا اس پر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ میز صرف تین آدمیوں کے لیے لگائی گئی تھی۔

کھانے کے دوران مسز کاؤس جی اس کی طرف ایک ایک چیز بڑھاتی رہیں لیکن ایک اجنبی دسترخوان پر بن بلائے مہمان کے طور پر بیٹھنا برجیس کے لیے اس قدر ناقابل یقین تجربہ تھا کہ بھوک کے باوجود اس کے حلق سے نوالہ نہیں اتر رہا تھا۔ مسز کاؤس جی نے موسم کے بارے میں ایک دو جملے کہے لیکن کاؤس جی نے مکمل خاموشی سے کھانا کھایا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کھانے کے بعد برجیس نے ہچکچاتے ہوئے مسز کاؤس جی کو برتن سمیٹنے کی پیشکش کی جو انہوں نے خوش دلی سے قبول کر لی۔ جب وہ دونوں اس کا نام سے نمٹ گئیں تو مسز کاؤس جی نے اسے ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھا دیا اور کاؤس جی سے گجراتی میں کچھ کہتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ کاؤس جی بھی ساتھ گئے۔ شاید وہ دونوں اس کے بارے میں کچھ مشورہ کرنا چاہ رہے تھے۔

گزرے ہوئے برسوں میں انسانوں کا سیلاب عظیم زمین پر ادھر سے ادھر ہوا تھا۔ آنے اور جانے والوں میں اچھے بھی تھے اور برے بھی۔ رستم رسیدہ بھی تھے اور ان کی بھی کمی نہیں تھی جو دکھ بھری کہانیاں سنا کر بے وقوف بناتے تھے۔

برجیس سوچتی رہی اور اپنے آپ سے الجھتی رہی زیادہ پرانی بات تو نہ تھی جب قلعہ والیوں پر قیامت گزر گئی تھی۔ گل بانو، مہربانو، خورشید، جمال، مہ جمال کیسی کیسی شہزادیوں نے میواتیوں اور جاٹوں کے برتن مانجھے تھے، بھیک مانگی تھی تکیوں اور قبرستانوں میں جا رہی تھیں بالاخانوں کی زینت بن گئی تھیں۔

کاؤس جی تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے وہ دودھ ایسے اجلے غلافوں والے دو تکیے اور ایک خوش رنگ دھاری دار چادر سنبھالے ہوئے تھے جو انہوں ایک صوفے پر ڈھیر کر دیں اور بیٹھ گئے۔

''تم یہاں کسی بھی صوفے پر سو جاؤ۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔ لیکن یہ جان لو کہ میں وکیل ہوں۔ میرا روزانہ ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر تم نے کسی بھی قسم کا جرم کیا ہے اور اس کی سزا سے بچنے کے لیے یوں پھر رہی ہو تو مجھے دھوکا دے کر نہیں نکل سکتیں'' کاؤس جی نے ایک گہری سانس لی۔ اسے غور سے دیکھا ''تم کسی اچھے خاندان کی نظر آتی ہو اور ایسے گھرانوں کی لڑکیاں کندھے پر بیگ لٹکائے کسی اجنبی شہر میں اپنے رشتہ داروں کے گھر نہیں ڈھونڈتی پھرتیں اگر تم اپنی پسند کی شادی کے چکر میں گھر سے نکلی ہو تو تمہیں یہ جاننا چاہئے کہ ایسے معاملوں میں گھر والے انہیں بھی مقدمے میں گھسیٹ لیتے ہیں جنہوں نے از راہ ہمدردی لڑکی کو پناہ دی ہو''

وہ جواب کے منتظر تھے اور برجیس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں اپنی بات کا کیسے یقین دلائے۔ چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔

''ایسے کسی موقع پر متعلقہ آدمی کی مکمل خاموشی اس کے موقع میں کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔ یہ رہے تکیے اور یہ رہی چادر۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ اندر سے بند کر لو صبح میں تم سے بات کروں گا'' وہ برجیس پر نظر ڈالے بغیر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔ جاتے جاتے دروازے کے دونوں پٹ وہ بند کر گئے تھے۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

برجیس کو کاؤس جی سے اتنے سخت رویے کی امید نہ تھی۔ اگر وہ پیشے کے اعتبار سے وکیل نہ ہوتے تو شاید ایسا انداز گفتگو اختیار کرتے۔ ہو ہمت کر کے اٹھی اس نے ڈرائنگ روم کا دروازہ اندر سے بند کیا اور دیوان پر گر گئی۔

کمر بستر سے لگی تو اسے اپنا بستر' اپنا کمرہ یاد آیا۔ ماضی شب و روز' وہ لوگ جو اسے بہت پیارے تھے' وہ لوگ جنہیں وہ بہت عزیز تھی۔ سب کچھ کھو گیا تھا۔ وہ مٹی جس سے وہ کسی پودے کی طرح پھوٹی تھی جس نے اسے سچ سچ سینچا تھا' وہ کہاں تھی؟ اسے چھوڑ آنے کا فیصلہ درست تھا؟ کیا واقعی درست تھا؟

اس نے بے قرار ہو کر پہلو بدلا۔ کاؤس جی تحکمانہ لہجے میں اسے جتا گئے تھے کہ صبح اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتانا ہوگا۔ اپنے بارے میں وہ انہیں کیا بتاتی؟ ایسی کوئی پراسرار بات تو نہ تھی جسے چھپایا جاتا حقیقت اس نے انہیں بتا دی تھی لیکن اس پر انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ اپنی بے بسی کا احساس اسے اذیت دینے لگا۔ اس نے اپنا چہرہ تکیے میں چھپا لیا۔ تکیے میں سے ہلکی سی خوشبو آ رہی تھی۔ ایسی بہت سی خوشبوئیں دور رہ گئی تھیں۔

سیاہ کافی گرم خوشبو نسروان پروزی کاؤس جی کے تنے ہوئے اعصاب کو تسکین دے رہی تھی۔ رات انہوں نے اضطراب میں گزاری تھی۔ آنکھ لگتی رہی کھلتی رہی اور اب تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی تھی۔ وہ اپنی کتاب پر کام کرنے کے لیے اٹھ گئے۔

ان کے اور بانو لشکری کے درمیان اس لڑکی کے بارے میں رات ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی وہ جانتے تھے کہ بانو لشکری کا زخم جگہ جگہ سے تڑخا ہے' ٹانکے پھر سے کھل گئے ہیں۔ پہلو میں لیٹی ہوئی بیوی کی گھٹی گھٹی سسکیاں انہوں نے سنی تھیں لیکن اسے تسلی نہیں دی تھی' کلام نہیں کیا تھا۔ بانو رو سکتی تھی کہ وہ کچھ نہیں جانتی تھی جبکہ ان کا عذاب سب کچھ جانتا تھا۔ وہ رات انہوں نے دستور شاہ زادہ کے صد شہر کے 98 ویں در میں گزاری تھی۔ وہ سچ کے 98 ویں دروازے پر کھڑے رہے تھے اور اس کی پیشانی پر لکھی ہوئی یہ تحریر پڑھتے رہے تھے کہ آنسوؤں کا دریا تمہارے پیاروں کے اور پل چنوات کے درمیان فصل بڑھاتا ہے۔ وہ تمہارے آنسوؤں میں ڈوبتے اور ابھرتے ہیں اور پل پر پاؤں نہیں دھر سکتے تمہارے آنسو انہیں یہ نہیں جاننے دیتے کہ ان کے لیے یہ پل تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور باریک ہے یا اس کی بلندی 9 نیزہ اور چوڑائی 27 تیز ہے۔

وکافی کا مگ لیے ہوئے باورچی خانے سے نکلے' ڈرائنگ روم کے بند دروازے پر ایک نظر ڈالی جہاں وہ لڑکی سو رہی تھی اور اپنی اسٹڈی کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے بجلی جلائی تو سارا کمرہ روشنی سے اور کتابوں سے جھلکنے لگا۔ کافی کا مگ تپائی پر رکھ کر وہ پلٹے اور دیوار پر لگی ہوئی حضرت زرتشت کی تصویر کر دیکھا۔ کرہ ارض پر کھڑا ہوا پیمبر' پشت پر نیلگوں آسمان تھا اور افق پر ہلکی سی گلابی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اور نارنجی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سر کے گرد نور کا ہالہ اور اس ہالے میں طلوع ہوتے ہوئے سورج کی روشنی بھی شریک تھی۔ سفید براق لباس تن پر' کمر میں سنہری پٹکا' دوش پر سفید چادر جس کے ایک کونے سے سنہری ریشم کا لچھا بندھا ہوا لہرا رہا تھا۔ ہلکی نیلگوں ٹوپی کے نیچے سے جھانکتی ہوئی گھنیری سنہری کاکلیں پشت پر بکھری ہوئی۔ بائیں ہاتھ میں سنہری عصا جس کا دستہ گائے کا سر اور انگشت شہادت اٹھی ہوئی۔

انہوں نے کچھ دیر اس تصویر کو غور سے دیکھا۔ پیٹھاوالا کی بنائی ہوئی یہ تصویر انہوں نے بمبئی سے خریدی تھی۔ شہر میں وہ گھر کس قدر کم تھے جن میں یہ تصویر لگی ہوئی تھی۔ ایک مٹی ہوئی نسل کے مٹتے ہوئے گھر' مٹی ہوئی روائتیں

سب سے زیادہ تیزی سے روائتیں ملیامیٹ ہو رہی تھیں۔ یہ لڑکی جس کا چہرہ اس کے اعلیٰ نسب ہونے کی دلیل تھا کیوں ایک رات کی پناہ کی طالب ہوئی؟ آخر کیوں؟ پہلے یہ سب کچھ نہ تھا۔ زندگی ایک دھیمی ندی کی طرح ایک سمت بہتی رہتی تھی اور اب وہ محض بھنور' محض گرداب ہو گئی تھی۔ زمین و آسمان کی چکی طوفانی رفتار سے خاندانوں کو اور قوموں کو پیس رہی تھی۔ ملک کیک بن چکے تھے اور نوک قلم سے تقسیم کر دیئے جاتے تھے پھر انسان' انسان کا شکار کھیلتا اور بستیوں کی بستیاں برج خموشاں بنتیں جن پر گدھ منڈلاتے تھے۔

جہاں تک روائتوں کا تعلق تھا تو اب سے کچھ دنوں پہلے تک وہ خود بھی اپنی روایتوں پر کس استقامت سے ڈٹے ہوئے تھے لیکن پھر سود و زیاں کے تمام مرحلے گزر گئے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں بہت دیر سے آئی کہ وقت سب سے بڑا ہے' لانہایت ہے۔ انہوں نے سامنے رکھی ہوئی ملا محسن فانی کتاب اٹھائی۔ اس نے ابتداء زرتشتیوں سے کی تھی۔ ان کا ہی عقیدہ تھا کہ زحل کی ایک گردش ایک دن کے برابر ہے ایسے تیس دن ایک مہینہ بناتے ہیں بارہ مہینوں سے اک سال وجود میں آتا ہے اور ایسے دس لاکھ برسوں کا مجموعہ فرد کہلاتا ہے اور ایک' ورد' دس لاکھ' فرد' پر مشتمل ہوتا ہے' دس لاکھ' ورد' کا مجموعہ ایک مرد' اور دس لاکھ' مرد سے' ایک' جد بنتا ہے' تین ہزار' جد' ایک' ود قرار پاتے ہیں۔ اور دو ہزار' ود سے م کر ایک زد بنتا ہے۔

انہیں گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ وہ یہ سب کچھ ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ پڑھ چکے تھے۔ اور ہر مرتبہ ان کے ذہن میں یہی سوال اٹھتا تھا کہ زد کے بعد کیا ہے؟ اور بہت سوچنے کے بعد بس وہ اتنا سمجھ پائے تھے کہ زد کے بعد لانہایت ہے۔ لانہایت ہے۔ ازتومی پرسم ای ادھورا براستی مرا آن آگاہ فرما۔ ازتومی پرسم۔ ازتومی پرسم۔

سوالوں کے انبار تھے لیکن جواب کہیں سے نہیں آتا تھا ہر طرف سناٹا تھا اور بوڑھا وقت تھا لیکن وقت سفید داڑھی والا اور نورانی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

چہرے والا بزرگ تھا؟ یہ تو حکمائے ایران کی کتابوں نے بتایا تھا کہ وقت ایک پندرہ سالہ نوخیز نوجوان ہے نور جس کے بدن سے پھوٹتا ہے جس کی آنکھیں دودھ کی طرح اجلی ہیں' جس بالا قامت کا بدن توانا ہے جس کی پور پور اس کی شجاعت کی گواہ ہے لیکن وقت بوڑھا نہ تھا۔ وہ اندھا تھا اور سب کو روندتا ہوا گزرتا تھا۔

سالہا سال پہلے پیرس میں انہوں نے آغا پور داؤد کو کئی مرتبہ آنسوؤں سے روتے دیکھا تھا۔ وہ وقت کے برتاؤ کو یاد کرتے جاتے اور روتے جاتے ''وقت نے ہماری شہزادیوں کو وحشی عربوں کے ہاتھوں اسیر کرایا۔ یہ وقت ہی تو تھا کہ ہماری شہزادیاں مدینے کی گلیوں میں باندیوں کی طرح فروخت ہوئیں۔ ہمارے شاعر اور نثار عربوں کی مدح سرائی پر مامور ہوئے۔ اپنے اجداد کو آتش پرست' مجوسی اور گبر کہنے پر مجبور ہوئے'' وہ روتے جاتے اور کہتے جاتے۔

ان دنوں وہ گاتھا کا فارسی ترجمہ مکمل کر رہے تھے' ہندوستان اور انگلستان سے آنے والے پارسیوں کا ان کے گھر پر جمگھٹا رہتا۔ مزہبی اعتبار سے وہ مسلمان تھے لیکن انہیں اصل غرور اپنے ایرانی اور اریہ ہونے پر تھا۔ وہ باتیں جن سے نسروان پرویز کاؤس جی زرتشتی ہونے کے باوجود لاعلم تھے وہ باتیں آغا پور داؤد نے انہیں بتائی تھیں اور یہ وہی تھے جنہوں نے گجراتی بولنے والے نسروان پرویز کاؤس جی کو فارسی کے اور اپنے قدیم تہذیبی ورثے کے عشق میں گرفتار کیا تھا۔ برسوں پہلے پیرس میں آغا پور داؤد کی باتیں سنتے ہوئے ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی وہ وقت بھی آئے گا جب آغا کی ایک ہم مزہب لڑکی کو وہ ایک رات کے لئے اپنے گھر میں پناہ دیں گے۔ وقت کے بارے میں آغا پور داؤد نے انہیں بہت کچھ بتایا تھا لیکن یہ تو انہوں نے بھی نہیں بتایا تھا کہ مقدس آگ کی طرح وقت کے بھی کئی درجے ہیں' کئی قسمیں ہیں۔ ایک وقت ہے جو ہمارے وجود سے ناواقف ہے۔ یہ انسانوں کو نوازتا ہے تب بھی نہیں جانتا اور جب برباد کرتا ہوا گزرتا ہے تب بھی اسے معلوم نہیں ہوتا کہ کتنی قومیں اس کے قدموں تلے روندی گئیں

کتنے قبیلے صفحہ ہستی سے مدوم ہو گئے لانہایت وقت' ہمیشہ سے موجود اور ہمیشہ موجود رہنے والا وقت۔ اور لیک گھڑیوں اور تقویموں میں بیٹھا ہوا وقت ہے۔ کینہ پرور' بٹ مار' دشمن' چھپ کر پیچھے سے وار کرنے والا۔

انہوں نے کافی ایک گھونٹ لیا اور انہیں کالج کا زمانہ یاد آیا جب ''جولیس سیزر'' کھیلا گیا تھا اور اس میں سیزر کا پارٹ انہوں نے کیا تھا' جب وہ ''بروٹس تو بھی!'' کہہ کر اور سینہ تھام کر زمین پر گرے تھے تو قمیص کے نیچے چھپی ہوئی سرخ رنگ کی تھیلی ان کے ہاتھ کے دباؤ سے نہیں پھٹ سکی تھی۔ اس المناک منظر کو انہوں نے اتنے بھونڈے پن سے ادا کیا تھا کہ کالج کا ہال قہقہوں سے گونج

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اٹھا تھا اور پھر ان میں زمین سے اٹھ کر ونگ تک جانے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو غلام حسین سندھی تھا' انطونی' جسے ان کی لاش پر تقریر کرنی تھی اور جو انہیں اٹھا کر لے گیا تھا۔ وہ ترقی کرتے کرتے سارے ہندوستان میں مشہور ہو گیا اور انہوں نے پھر کبھی اسٹیج پر نہ آنے کی قسم کھالیا۔

اس وقت انہی کہاں معلوم تھا کہ زندگی سب سے بڑا رنگ منچ ہے اور اس رنگ منچ پر جب وہ سینہ تھام کر گریں گے تو کوئی غلام حسین سندھی نہ ہوگا جو گرے ہوئے نسروان پرویز کاؤس جو کو اٹھا دے' سو وہ خود ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ چلتے پھرتے تھے' عدالت میں بحثیں کرتے تھے اور اب تک زندہ تھے۔

دروازہ کھلنے کی آواز آئی' پھر کسی کے قدموں کی۔ وہ چونک گئے۔ خواب سے جاگنے کا سا عالم۔ یہ بانوں کے قدموں کی چاپ نہ تھی۔ وہ لڑکی اٹھ گئی تھی جس نے رات اپنا نام برجیس بتایا تھا۔ برجیس جسے ستارہ مشتری بھی کہتے ہیں جو چھٹے آسمان پر چمکتا ہے' سعد ہے اور قاضی فلک کہلاتا ہے۔ انہوں نے ایک گہری سانس لی اور ملا محسن فانی کی کتاب جو سامنے رکھی تھی' بند کر دی۔

برجیس کی آنکھ کھلی تو کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے تیز ہوا سے اڑ رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کہاں ہے اور جب اسے سب کچھ یاد آیا تو وہ بے تاب ہو کر اٹھ بیٹھی۔ صبح ہونے والی تھی اور اس کے ساتھ ہی کاؤس جی اس پر جرح شروع کر دیں گے۔

کچھ دیر تک اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا پھر اس نے گھڑی پر نظر ڈالی' ابھی سارے گھر میں نیند کا سناٹا چھایا ہوا تھا لیکن تھوڑی دیر میں گھر والے اٹھ جائیں گے۔ اپنے بارے میں کسی آشنا سے باتیں کرتے ہوئے اسے گھبراہٹ ہوتی تھی یہ لوگ تو بالکل اجنبی تھے۔ اس نے اٹھ کر چادر تہہ کی' تکیوں کی شکن نکالی' جلدی سے منہ دھویا اور دبے قدموں ڈرائنگ روم میں پلٹ آئی۔ وہ اس گھر سے فوراً ہی رخصت ہو جانا چاہتی تھی۔ ایک رات بہ مجبوری کسی کے گھر پناہ لینے کا یہ مطلب کہاں ہے کہ انسان اپنا دکھڑا سنانے بیٹھ جائے۔

اس نے بیگ سے اپنی ڈائیری اور قلم نکالا۔ ڈائیری کا ایک ورق پھاڑ کر اس پر شکریے کا ایک مختصر سا نوٹ لکھا۔ نوٹ کو سینٹر ٹیبل پر نمایاں جگہ رکھا' ڈرائنگ روم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور بیگ شانے پر ڈال کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئی۔

دیوار گیر گھنٹے میں ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ وہ آہستگی سے راہداری عبور کر کے فلیٹ کے بیرونی دروازے تک آئی۔ دروازے میں ہضمی' قفل گا ہوا تھا۔ قفل کے کھلنے کی ہلکی سی آواز ہوئی' اس نے لمحے بھر کے لیے سانس روک لیا پھر احتیاط سے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ باہر آ کر اس نے دروازہ کے ہینڈل کو پکڑ کر ہولے سے اپنی طرف کھینچا۔ ہضمی قفل بند ہو گیا' اب دروازے کو باہر سے نہیں کھولا جا سکتا تھا۔

برجیس نے ایک گہری سانس لی۔ اس گھر نے قیامت کی گھڑی میں اسے پناہ دی تھی اور وہ یہاں سے یوں چھپ کر جا رہی تھی جیسے اس کے مکینوں نے اس پر کوئی ظلم کیا ہو۔ ایک لمحے کے لیے شک نے اس کے ذہن میں سر اٹھایا۔ جانے یہ قدم صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یا اس شہر میں چلے آنے کی طرح یہ بھی عجلت میں کیا ہوا ایک فیصلہ ہے؟ شاید مجھے پرویز اور اس کے گھر والوں کی تلاش میں ان وکیل صاحب سے ہی مدد لینا چاہیے تھی۔ شاید لیکن اب واپسی کی تمام راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔ دہلیز ایک بار الانگھ لی جائے تو واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ اس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ اپنے سے الجھتی ہوئی آنکھوں میں آ جانے والے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کرتی ہوئی لکڑی کی نیم تاریک سیڑھیاں اترنے لگی۔

اچانک زینہ روشنی سے بھر گیا' اس کے ساتھ ہی کاؤس جی کی تیز آواز سارے میں گونج گئی ''ٹھہر جاؤ برجیس!

یہ آواز برجیس پر بجلی بن کر گری اور وہ بے اختیار آواز کی طرف گھوم گئی۔ وہ خواب کا سا منظر تھا۔ کچھ یقین کا عالم کچھ گمان کی حالت' روشنی کھلے ہوئے دروازے سے نکلی تھی اور دو سیڑھیاں اتر کر ٹھٹک گئی تھی۔ کھلے ہوئے دروازے کے فریم میں کاؤس جی قدم آدم تصویر بنے ہوئے تھے۔ ان کی آواز کی بے اعتباری اور لہجے کا تحکم برجیس کی سماعت پر چابک بن کر برسا اور وجود پر شرم کی ایک دہکتی ہوئی لکیر چھوڑ گیا۔

برجیس کے پیر ندامات کی کائی پر پھسلے' اس کا جی چاہا کہ شرمساری کا یہ لمحہ خواب کا لمحہ ہو کہ جس سے آنکھ کھل جائے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ ممکن نہیں سو اس نے کسی جی دار ہارنے والے کی طرح سر اٹھایا اور سیڑھیاں چڑھنے لگی' کاؤس جی دروازے کے فریم میں سے پیچھے کی طرف ہٹ گئے۔ برجیس راہداری میں سے گزر کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ کٹھ پتلی کا تماشا ہو رہا تھا۔ کٹھ پتلی والے نے ایک ڈوری ہلائی اور کاؤس جی کھٹ سے پیچھے کی طرف چلے گئے' دوسری ڈوری ہلائی وہ اچک اچک کر چلتی ہوئی سامنے آ گئی۔

کاؤس جی کی نگاہوں نے اعتبار اور بے اعتباری کی ترازو میں اسے کبھی کم کبھی زیادہ کیا ''شاید تم ہر کلام بلا سوچے سمجھے کرنے کی عادی ہو۔'' ان کی پیشانی پر شکن تھی ''میں اس قسم کی احمقانہ حرکتیں پسند نہیں کرتا۔''

وہ کاؤس جی سے سخت لہجے کی توقع کر رہی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ابا میاں کی طرح اچانک اسے ڈانٹنا شروع کر دیں گے۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اس کی جھکی ہوئی نظروں نے قالین پر کھڑے ہوئے مور طوطے ہرن اور چیتے کا تعاقف کیا۔ ابا میاں کے کمرے کے قالین پر بھی اس سے ملتے جلتے نقش ونگار تھے۔ بادامی پس منظر میں ہلکے اور گہرے رنگوں کے اون سے بنے ہوئے چرند اور پرند پیڑ اور پودے اور ان کے سائے میں بیٹھے ہوئے عمر خیام کی رباعیات کے کردار۔

''ہم نے رات تمہیں پناہ دی تھی زبردستی تو نہیں لے آئے تھے تمہیں' پھر اس طرح فرار ہونے کی کیا ضرورت تھی؟''

''جی وہ میں مزید بوجھ'' وہ ہکلائی ''اسی لیے ایک نوٹ لکھ گئی تھی آپ کے نام۔'' حلق میں کانٹے سے پڑ رہے تھے۔

''خاموش رہو اور فلسفہ مت بگھارو۔'' انہوں نے اسے پھٹکار پھر اس کی نقل اتاری ''میں بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی..... مائی فٹ..... اور وہ تاریکی نوٹ کہاں ہے؟'' پھر ان کی نظر سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے کاغذ کے اس ٹکڑے پر پڑی جو ایش ٹرے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ کاؤس نے نی ہاتھ بڑھا کر کاغذ اٹھا لیا اور اس پر نظر دوڑائی ''تم نوجوان انسان کے بارے میں کس قدر غلط اندازے لگاتے ہو' کیسے کیسے اقدام کر گزرتے ہو۔ تمہارے خیال میں میں راگ گزر گئی تھی چنانچہ تم ہمارے لیے ایک بہت بڑا بوجھ بن گئی تھیں۔ شکر ادا کرو کہ میں جاگ رہا تھا۔ لازم نہیں کہ تم ایک اجنبی شہر میں تنہا نکلو تو دوسری مرتبہ بھی کوئی ایسا ہی گھر تمہیں مل جائے''

برجیس سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اگر وہ اسے احسان فراموش کہتے خود غرض کہتے تو ان کا سامنا کرنا آسان ہوتا لیکن وہ تو ابا میاں کی طرح ڈانٹ رہے تھے۔

''اچھا اب سر اٹھا کر بیٹھو اور مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔''

برجیس نے بیگ کھول کر ایک بڑا لفافہ نکالا اور اس میں سے ایم اے کی مارک شیٹ اور پاسپورٹ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے اس کی مارک شیٹ دیکھی' نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر مارک شیٹ اسے واپس کر دی اس کے بعد وہ اس کے پاسپورٹ کے صفحے الٹنے لگے۔

''کیا تمہارے خیال میں یہ بھی پٹنہ سے کلکتہ کا سفر تھا کہ جب جی چاہا منہ اٹھایا اور چل دیں۔ یہ دو ملکوں کا معاملہ ہے دو سرحدوں کا۔'' ان کی آوازیں میں تناؤ تھا۔ ''میری سمجھ میں تو یہ نہیں آ رہا کہ تمہارے گھر والوں نے تنہا نہیں اتنے لمبے سفر کی اجازت کیسے دے دی؟'' انہوں نے اپنا چشمہ اتارا اور اس کے شیشے ریشمی ڈریسنگ گاؤن کے دامن سے صاف کرنے لگے۔

اسی وقت مسز کاؤس جی نے ڈرائنگ روم کے دروازے سے جھانکا اور اندر آ گئیں ''گڈ مارننگ!'' انہوں نے دونوں کو مخاطب

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کیا اور پھر شوہر کی طرف دیکھنے لگیں۔ "ارے بابا تم پھر صبح صبح لڑکی سے سر ماری کرنے لگا۔ ابھی اس کو بریک فاسٹ کھلانا منگتا ہے کہ مغز کھانا۔ تم ایڈوکیٹ لوگ بہت گڑبڑ ہوتا ہے۔" وہ برجیس کے برابر بیٹھ گئیں "مائی ڈیر تم وری نئیں کرو۔ ہمارا ہسبنڈ کورٹ میں صبوشام کوسچن آنسر کرتا ہے اسی مافق اس کا عادت کھراب ہو گیا ہے۔"

ان کے منفرد لہجے پر اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے برجیس نے سوچا کہ اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے صبوصبو فرار ہونے کی کوشش کی تھی تو یہ میرے بارے میں کیا سوچیں۔

"اپن بھی ناشتا ریڈی کرتا ہے تم دونوں بھی ریڈی ہو جاؤ۔" انہوں نے کہا اور کمرے سے نکل گئیں۔ کاؤس جی کی پوچھ تاچھ پر برجیس نے انہیں بتایا کہ اس نے اپنے رشتہ داروں کو آنے کی اطلاع دی تھی لیکن اسٹیشن پر کوئی نہیں تھا اور جب وہ ان کا گھر ڈھونڈتے ہوئے پہنچی تو معلوم ہوا کہ کچھ دنوں پہلے ان لوگوں نے وہ گھر چھوڑ دیا ہے۔ شاید اسی لیے انہیں اس کا خط اور تار نہیں ملا۔ پاس پڑوس میں ان کا نیا پتا بھی کسی کو معلوم نہیں اور خود اس کے پاس دوسرے رشتہ دار کا پتا نہیں۔

کاؤس جی کی تفتیش ابھی جاری تھی کہ مسز کاؤس جی اپنی ساڑی کا پلو سنبھالتے ہوئے ایک بار پھر اندر آ گئیں اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"ارے بابا ہم بولتا ہے اب یہ کورٹ سین ختم ہوئیں گا یا نئیں؟ کاؤس جی تمہارا مغز پھریلا ہے۔ اب اس چھوکری کو معاف کر دو بابا۔ آپ جا کر شاور لو شیو بنا اس کو بھی شاور لینے دو۔ ابھی منوچہر اٹھ جائیں گا پھر وہ دنگا مچائیں گا"۔ انہوں نے آگے بڑھ کر برجیس کا بازو تھام لیا "ہم نام بھول گیا تمہارا، بہت شارٹ میموری ہے اپن کی۔" برجیس نے اٹھتے ہوئے اپنا نام بتایا۔ اس کی نظر کاؤس جی پر پڑی وہ اس کا پاسپورٹ اپنے ڈریسنگ گاؤن کی جیب میں رکھ رہے تھے۔

"گھبراؤ نہیں یہ لے کر فرار ہو جاؤں گا۔" انہوں نے برجیس کو اپنی طرف دیکھتے پایا تو کہا۔

مسز کاؤس جی سے لاؤنج میں لائیں ایک کونے میں گرنڈگ کا جہازی سائز ریڈیوگرام رکھا تھا۔ اس کے برابر میں ایک بڑی سی میز تھی جس پر ہز ماسٹرز وائس کے ٹریڈ مارک والے ریکارڈوں کے چھوٹے اور بڑے ڈبے تھے۔ دوسر کونے میں ایک چھوٹے سے تخت پر ہارمونیم تھا۔ ہارمونیم دیکھ کر برجیس کو گھر بے اختیار یاد آ یا۔

"تم اپنا ڈریس آئرن کرنا مانگتا؟" مسز کاؤس جی نے پوچھا۔

"جی ہاں بیگ میں رکھنے سے کپڑوں کی استری بالکل خراب ہو گئی ہے۔"

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''اپن آئرن اسٹینڈ اور آئرن ابھی تم کو دیتا۔'' وہ لاؤنج سے باہر نکل گئیں برجیس نے بیگ سے اپنا ایک جوڑا نکالا۔ دو جوڑے اس نے کل شام اپنے کاغذات اور زیوروں کے ساتھ اس بیگ میں رکھ لیے تھے اور اپنے دونوں سوٹ کیس پی آئی بی کالونی کے اس گھر میں چھوڑ دیئے تھے جس میں چند ہفتوں پہلے تک اشرف چچا اور ان کے گھر والے رہتے تھے۔ وہ تو غنیمت تھا کہ گھر کی بڑی بی مہربان ہوگئی تھیں۔ ورنہ وہ اپنے دونوں سوٹ کیس اٹھائے ہوئے کہاں کہاں پھرتی۔ مسز کاؤس جی آئرن اسٹینڈ گھسیٹتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئیں'' جلدی جلدی آئرن مارو ڈیر صبو کا وقت پلک مارتا نکلتا ہے' تم اور وہ ہمارا ایڈوکیٹ شاور لے تو ہم ناشتا رکھے۔ ابھی منو چہرا اٹھیں گا تو وہ شور مچائیں گا۔ ہمارو بوٹ کیدر ہے ہمارا ٹائی کیدر ہے۔ ارے بابا تم مڈنائٹ آیا اپنے کمرے میں چینج کیا تو سب چیز وئیں ہوگا جیدر تم ہے' پھر تیار ہوئیں گا تو بولیں گا ہمارا آملیٹ کولڈ گیا۔ ہمارا ٹوسٹ پیسٹ پاپڑ ہوگیا۔ کوئی اس کو بولے کہ مسٹر جب تم مڈڈے اٹھیں گا تو آملیٹ ہاٹ کیسے ہووئیں گا۔''

مسز کاؤس جی بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ برجیس نے کپڑے استری کیے اور غسل خانے کا رخ کیا۔ چمکتے ہوئے سفید ٹب میں شاور سے نہاتے ہوئے' صابن کی خوشبو کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے اور گرد سے اٹے ہوئے بالوں کو دھوتے ہوئے اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ گھر میں ہے۔ طویل سفر کی تھکن' اسٹیشن پر آنکھیں جنہیں ڈھونڈ رہی تھیں ان کے نہ ہونے کا ملال اور راتوں میں بہائے جانے والے آنسوؤں کا نمک سب ہی جیسے پانی کے ساتھ بہہ گیا۔

اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال خشک کرتے ہوئے کاؤس جی کے بارے میں سوچا خوب ہیں یہ بھی' حلیے اور لہجے میں چچا روشن رائے سے کس قدر ملتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح بال کی کھال نکالتے ہیں لیکن وہ ڈانٹتے بالکل نہیں اور یہ عین مین ابا میاں کی طرح ڈانٹتے ہیں۔ وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھتی رہی اور اپنے بالوں سے الجھتی رہی۔ غسل خانے سے نکل کر اس نے باورچی خانے کا رخ کیا مسز کاؤس جی نے اسے دیکھا تو دیکھتی رہیں۔ ''اب آیا ہے تم آدمی کو جون میں۔ تم بہت بیوٹی فل ہے برجیش۔'' انہوں نے بے ساختہ کہا اور وہ جھینپ گئی۔ اچانک مسز کاؤ جی کی آنکھیں پانی میں تیر گئیں۔

''گرین چلی کا کوئی دانہ پڑ گیا ہے۔'' انہوں نے کہا اور جھک کر برتنوں کی الماری سے کچھ نکالنے لگیں۔ برجیس کو حیرت ہوئی۔ ہری مرچ کہیں نظر نہیں آرہی تھی پر اس کا دانہ کہاں سے آ گیا؟

وہ دونوں چائے کی ٹرے اور ناشتے کے دوسرے لوازمات لے کر جب ڈائننگ روم میں پہنچیں تو نہائے دھوئے کاؤس جی سفید قمیص اور پتلون پہنے ہوئے اور اپنی ناک پر چشمہ جمائے اخبار پڑھ رہے تھے۔ ان کے سلور گرے بال پنکھے کی ہوا سے اڑ رہے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

تھے۔ٹوسٹر جھینگر کی آواز میں بول رہا تھا۔وہ ابھی کرسی کھینچ کر بیٹھ ہی رہی تھی کہ کھٹ سے توس باہر آئے اور جھینگر کی آواز تھم گئی۔مسز کاوس جی نے دو اور توس ٹوسٹر میں ڈالے اور سنک جانے والے توسوں پر مکھن لگانے لگیں۔

منوچہر اس وقت بھی ناشتے کی میز پر موجود نہ تھا۔شاید وہ دیر سے گھر آنے اور صبح دیر سے اٹھنے کا عادی تھا۔مسز کاوس جی نے مکھن لگا کر ایک ٹوسٹ اس کی طرف بڑھایا اور دوسرا کاوس جی کی پلیٹ میں رکھ دیا۔کاوس جی ابلا ہوا انڈ چھیلنے میں مصروف تھے اور ساتھ ہی پنکھے کی ہوا سے اڑتے ہوئے اخبار کو بھی سنبھالتے جا رہے تھے۔ایک پر سکون اور جمے ہوئے گھر کی تصویر۔

ابا میاں ''ٹائمز آف انڈیا'' پر سے نگاہیں اٹھاتے ہیں اور اسے تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔پورج سے بھرا ہوا باؤل ان کے سامنے ہے اور ابلے ہوئے انڈے ایک کپ میں رکھے ہیں۔نیلے کناروں والی سفید چینی کی بری بڑی پلیٹوں میں ہاف فرائنڈ انڈے سورج مکھی کا پھول' کمرہ' گھر میں بنی ہوئی امرود کی جیلی کی مخصوص خوشبو سے مہک رہا ہے۔اس کے سامنے پنیر کا ڈبا ہے' وہ چھری سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر نکال رہی ہے اور ٹونگ رہی ہے۔''میں اس میں سے کچھ بھی نہیں کھاؤں گا۔'' بھیا کچوری اور آلو کی بھجیا کے لیے ضد کر رہا ہے اور ابا میاں زیادہ سنک جانے والے توس کو چھری سے صاف کرتے ہوئے بھیا کی فرمائش کی تائید کرتے جاتے ہیں۔چھوٹی امی ان کے بجیا لاڈ پر غصے سے انہیں دیکھتی ہیں۔ایک شریر مسکراہٹ ابا میاں کی بل کھاتی ہوئی گھنی مونچھوں کے کونوں پر لرزنے لگتی ہے۔رقیہ بوا اور کنیزن بوا لپک جھپک کبھی گرم چائے کی کشتی پہنچا رہی ہیں اور کبھی سنہری مائل گرما گرم خستہ کچوریوں کی پلیٹ۔ندرت اپنی پلیٹ میں سے چمچا بھر کر انڈے کی زردی منہ میں رکھتی ہے'' آپا جانی' جلدی سے ایک پہیلی بوجھئے' ایک پیلا دوسرا نیلا' جو بوجھے سو زندہ' زندہ میں سے مردہ نکلے' مردہ میں سے زندہ۔'' اور اس سے پہلے کہ وہ پہیلی بوجھے ندرت شور مچانے لگتی ہے۔'' آپا جانی ہار گئیں' آپا جانی ہار گئیں۔آپا جانی اس کا مطلب ہے انڈا۔ہارے والے کو ڈنڈا' جیتنے والے کا جھنڈا۔'' وہ کھلکھلا کر ہنستی ہے اور ہنستی چلی جاتی ہے۔چھوٹی امی سے تیکھی نظروں سے دیکھتی ہیں۔ندرت کے ہونٹوں سے ہنسی اچانک غائب ہو جاتی ہے۔

مسز کاوس جی نے چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھائی اور منظر بھاپ کی طرح فضا میں تحلیل ہو گیا۔اس نے لرزتے ہوئے ہاتھ سے پیالی تھامی تو چائے طشتری میں چھلک گئی خوشیوں سے لبریز پیالے کی طرح۔چائے پیتے ہوئے اسے کئی بار احساس ہوا کہ کاوس جی کسی بھی خبر پر لمحے بھر سے زیادہ نظر نہیں جماتے اور اخبار کا صفحہ پلٹ دیتے ہیں۔توس پر لگے ہوئے مارملیڈ کو چھری سے بار بار پھیلاتے ہیں یا ابلے ہوئے انڈے کے خالی چھلکے کو چمچے سے ہولے ہولے بجانے لگتے ہیں پھر چپکے سے اسے دیکھتے ہیں لیکن

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

جیسے ہی اس سے نظریں چار ہوتی ہیں یوں بن جاتے ہیں جیسے اس کی طرف متوجہ ہی نہ تھے۔

ابا میاں جب اس کے بارے میں ندرت یا بھیا کے بارے میں کسی الجھن میں ہوتے تو یوں ہی ایک کام بلا مقصد بار بار کئے جاتے اور الجھتے جاتے۔ جس دن اس کا میٹرک کا پہلا پرچہ تھا' ابا میاں اسے سنٹر پہچانے کے لیے خود گئے تھے اور روز ابا میاں نے ''ٹائمز آف انڈیا'' کے صفحوں کو شاید پچاس بار تو الٹا پلٹا تھا لیکن اس میں چھپے ہوئے پچاس لفظ بھی نہیں پڑھے تھے۔ بس ایک اضطراب تھا جس کا اظہار اخبار کے صفحوں کو پلٹنے سے اور چیزوں کو بے مقصد ادھر ادھر رکھنے سے ہوتا تھا۔ وہ ابا میاں کو اس عالم میں دیکھتی تو جھنجھلا جاتی۔ اس کا جی چاہتا ابا میاں اس قسم کی حرکتیں کرنے کے بجائے اسے سینے سے لگالیں' اسے چومیں' لفظوں میں اپنے تعلق اور بے پناہ محبت کا اظہار کریں' لیکن جذبات کا اظہار انہیں اپنی توہین لگتا۔ ہائے ابا میاں کیسے نامکمل تھے آپ۔ کھل کر محبتوں کا اظہار نہ کرنا' کیفیتوں اور جذبوں سے بھرے ہوئے ہونا اور پھر بھی اپنے پیاروں پر ٹوٹ کر نہ برسنا یہ آپ نے کہاں سے سیکھا تھا' لیکن نہیں یہ صرف آپ کا ہی نہیں آپ کی نسل کے تمام لوگوں کا المیہ تھا اس کے اندر اداسی اور گہری ہوگئی۔ شاید کاؤس جی بھی ابا میاں ایسے تھے۔

''ارے بابا بند کرو یہ کھڑ کھڑ' ایسے کیسے نیوز پیپر سمجھ میں آتا ہے تم کو؟ کبھی ایک پیج اٹھاتا ہے کبھی دوسرا۔ اب تم اپنا کورٹ جاؤ' وہاں جج کے سامنے کرو یہ اٹھاؤ دھری۔ ہم تنگ آ گیا۔ آج صبو سے ہیڈ لائن بھی نہیں دیکھا۔ ابھی منو چہرا اٹھیں گا تو بغل میں داب کر باتھ روم میں گھس جائیں گا۔'' مسز کاؤس جی نے احتجاج کرتے ہوئے چائے دان پر ٹی کوزی یوں رکھی جیسے کسی بچے کو کنٹوپ پہنا رہی ہوں۔

کاؤس جی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اخبار کے صفحے سمیٹ کر اسے تہہ کیا اور مسز کاؤس جی کے سامنے رکھتے ہوئے ڈائننگ روم سے نکل گئے۔

مسز کاؤس جی نے اخبار کھول کر پہلے صفحے پر ایک سرسری نظر ڈالی پھر اسے ایک طرف رکھ کر برتن سمیٹنے لگیں۔ برجیس نے ہاتھ بٹانا چاہا تو انہوں نے اسے روک دیا۔ ''نہیں ابھی تم جاؤ' کاؤس جی ابھی کورٹ جائیں گا اور جانے سے پہلے ایک باری پھر تمہارا مغز کھائیں گا۔''

برجیس دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی لاؤنج میں چلی گئی' وہ ابھی جا کر بیٹھی ہی تھی کہ کاؤس جی اپنا کالا کوٹ پہنے اور ٹائی لگائے ہوئے آ گئے۔ ان کے ایک ہاتھ میں کئی فائلیں تھیں۔ فائلیں انہوں نے ہارمونیم والے تخت پر رکھ دیں اور خود ایک کرسی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

گھسیٹ کر برجیس کے سامنے بیٹھ گئے۔

''میں کورٹ جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے کسی قسم کا ایڈونچر نہ کرنا۔ تمہارا پاسپورٹ ساتھ لیے جا رہا ہوں۔ آج تمہاری آمد کا اندراج ضروری ہے'' وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتے رہے۔ ''تم نے نئے کرایہ داروں سے اپنے عزیزوں کے بارے میں کچھ پوچھا ہوتا۔ اکثر لوگ اپنے خطری ڈائیرکٹ کرانے کے لیے اپنا پتا نئے لوگوں کو لکھوا دیتے ہیں۔''

''جی پوچھا تھا لیکن وہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ میں نے ان سے مالک مکان کا پتا لے لیا تھا کہ شاید وہ کچھ بتا سکیں۔''

''چلو ذہانت کا ایک کام تو کیا تم نے' مالک مکان سے کیا معلوم ہوا؟''

اپنا سامان وہیں چھوڑ کر میں مالک مکان سے ملنے نکلی تھی۔ کسی نے راستہ غلط بتا دیا تو اس طرف آ گئی۔ پھر بارش نے آ لیا۔''

برجیس نے کہا پھر کاؤس جی کے پوچھنے پر اس نے انہیں مالک مکان کا نام لکھوا دیا۔ مسعود احمد جن کا ریگل چوک پر ''میزبان ریزیڈنشل ہوٹل'' تھا۔

''آج میں مسٹر مسعود احمد سے مل لوں گا لیکن تم گھر سے قدم نہ نکالنا۔ اس کے علاوہ ذہن پر زور دو شاید کسی اور رشتے دار کا پتا تمہیں یاد آ جائے''

کاؤس جی اپنا چشمہ لگاتے ہوئے اٹھ کھڑے۔ ہارمونیم والے تخت پر اسے انہوں نے اپنی فائلیں اٹھائیں اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

سب کچھ قصہ کہانی تھا۔ کسی فلم کا منظر نامہ' کسی ناول کا ٹکڑا۔ رات سے اور آج اور ابھی تک گھر سے یہاں تک فرقتیں فاصلے' تنہائی اور نہایت تنہائی۔ آخر سب کہاں چلے گئے؟ پرویز۔ اشرف چچا۔ ثریا۔ کہاں تھے یہ سب؟ بھول بھلیاں میں وہ تھی اور دوسرے سرنگوں اور غاروں میں چھپ گئے تھے۔ برجیس کے سینے میں خاک اڑنے لگی۔

اس نے ہارمونیم کی طرف دیکھا۔ ہارمونیم اور للو مہاراج ایک دوسرے سے کیسے جڑے ہوئے تھے۔ کان کی دونوں لوؤں کو ہاتھ لگا کر وہ گول کمرے میں ان کے سامنے مودب بیٹھی ہے۔ ایک سر بھی غلط لگ جاتا ہے تو مہاراج کڑکتے ہیں پھر ان کی آواز دائیرہ نما دیواروں کے درمیان گونجتی ہے ''ہاں تو بتا تا ذرا دسوں ٹھاٹھ کے نام۔

''جی مہاراج' کلیان ٹھاٹھ' بھیروں ٹھاٹھ' بھیرویں ٹھاٹھ' بلاول ٹھاٹھ۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

وہ ٹھاکر نواب علی خان اور پنڈت بھات کنڈے کی ترتیب دہراتی جاتی ہے۔

''اور بیٹا ذرا چار متیں تو بتانا؟''

''جی مہاراج آدم مت' بھرت مت' کل ناتھ مت' ھنوں مت'' ''شاباش' پرنتو یاد رکھنا آدم مت کو شیو مت اور کل ناتھ کر کرشن مت بھی کہتے ہیں۔''

''جی مہاراج۔'' وہ سعادت مندی سے سر ہلاتی ہے۔

آواز کی دنیا بھی عورتوں اور مردوں میں تقسیم ہے۔ راگ بھیروں' مالکونس' ہنڈول' دیپک' سری اور راگ میگھ مرد ہیں' تو بھیرویں ٹوڈی' للت' کاموڈ اور زیلف راگنیاں عورتیں۔ آدم کی پسلی سے حوا کی پیدائش کی کہانی کہی جاتی ہے۔ پاربتی' برہما' وشنو اور شیو کی نگاہوں کی ملاپ سے وجود میں آئی۔ اسی طرح راگنیاں ہیں جو راگوں سے نکلی ہیں۔ دس ٹھاٹھ تو چھ راگ اور ان سے متعلق 30 راگنیاں اور اس کے بعد بھی بہت کچھ ہے اور یہ سب کچھ وقت میں پیدا ہوا۔ صبح کے راگ اگر گن کلی' بیراگی اور جوگیا ہیں تو دن کے بھیروں' بلاول اور بلاس خانی' اسی طرح سہ پہر اور شام کے راگ ہیں' پھر رات ہے جس میں باگیشری' جے جے ونتی' درباری اور میاں کی ملہار اور پھر رات ڈھلے کے بعد مالکونس' چاند کونس اور مدھ کونس۔ سب کچھ اس قدر الجھا ہوا ہے۔ آوازوں کا قبیلہ ہے اور اس قبیلے کے ایک دوسرے سے رشتے ناتے ہیں ایک دوسرے سے گندھے ہوئے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے۔ راگ بھیروں جوگی ہے' بھبھوت ملے ہوئے اور سر پر بالوں کی جٹا' ہاتھوں میں کنگن' پیشانی پر ابتدائی دنوں کا چاند' بازوؤں سے لپٹے ہوئے دو سانپ' ماتھے پر چندن کا ٹیکا پہاڑ کے دامن میں پیڑ کے نیچے شیر کی کھال پر آسن جمائے بیٹھا ہے' گردن میں انسانی کھوپڑیوں کی مالا ہے۔ بھیروں ٹھاٹھ جس سے نکلے ہوئے راگوں کو سندھی پرکاش راگ کہتے ہیں جو دن یا رات کے کسی پہر میں دونوں وقتوں کے ملنے کے سمے گائے جائیں۔

وہ راگ بھیروں کا الاپ شروع کرتی ہے۔

سا۔نی۔دھا۔سا۔رے سا۔

نی۔دھا۔پا۔دھا۔نی۔دھا۔رے۔سا

دھا۔دھا۔پا۔نی۔دھا۔رے۔گا۔رے۔سا۔

اس کی آواز لرزتی ہے اور للو مہاراج کڑکتے ہیں جھونک دو بیٹا' سارا ریاض' سارا رکشٹ' جھونک دو چولہے میں۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

للومہاراج موسیقی کے بہترین استاد۔ سبزی باغ میں رہتے ہیں۔ گھر کا رکشہ انہیں دروزانہ سبزی باغ سے بھنور پوکھر لاتا ہے اور جب وہ اسے ریاض کروا چکتے ہیں تو انہیں چھوڑنے جاتا ہے رکشہ شنکر بھیا کھینچتے ہیں جو شاگرد پیشہ میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ بیڑی کو کان میں اڑس کر اور چارخانہ دھوتی کو گھٹنوں تک چڑھا کر وہ ''بھین چراچ کے بھین جراہٹ کے'' ہانک لگاتے جاتے ہیں۔

اور رکشے کے پیڈل پر پیر مارتے جاتے ہیں۔ للومہاراج کو لانا اور انہیں واپس پہنچانا ان کے لیے سب سے بڑا عذاب ہے۔ للومہاراج ہیں بھی تو ڈھائی من کے۔ رکشے میں ان کے بیٹھنے کے بعد اتنی جگہ بھی کہاں رہتی ہے کہ دو چار تل ہی دھرے جا سکیں۔

''رام جانے کب مچھاتی کھٹیا اٹھے گی متھرا کے چوبے کی۔'' شنکر بھیا انہیں پہنچا کر آئے ہیں اور بڑبڑا رہے ہیں۔

''شنکر بھیا اگر کبھی مہاراج نے سن لیا تو ابا میاں سے تمہیں توپ دم کرا دیں گے۔''

''ارے بیٹا' روج روج مرے سے تو ہی اچھا ہے جو توپوا میں جھونک دیویں۔ شنکر بھیا کے خیال میں توپ بھی کسی وضع کا چولہا ہے۔'' ویسے بیٹا' ای توری تن تن کب کھتم ہووے گی۔ برس ہو گئے ہرمونیم بجاوت ہو۔''

''ارے شنکر بھیا ابھی کہاں ابھی تو پانچ دس برس لگیں گے۔'' وہ معصومیت سے کہتی ہے اور شنکر بھیا تنتنا کر رکشے کی گدی پر ہاتھ مارتے ہوئے اپنی کوٹھری کی طرف چل دیتے ہیں۔

برجیس کو جھرجھری سی آئی۔ صبح کے ساڑھے نو بج رہے تھے اور ان راگ راگنیوں کو گانے کا وقت تھا جن میں لگائے جانے والے سر کومل اور تیور یکساں استعمال کیے جاتے ہیں۔ بلاس خانی' شدھ ٹوڈی اور ویس' لیکن ویس کہاں تھا۔ للومہاراج کہاں تھے؟

قدموں کی چاپ ابھری للومہاراج آ گئے تھے اس نے ہڑبڑا کر اٹھنا چاہا۔ سامنے مسز کاؤس جی کھڑی تھیں۔

''ابھی تم کائے کو سر ڈالے بیٹھا ہے' تھوڑی دیر مغز کو آرام دیو۔ وری نئیں کرو۔ ہمارا ایڈوکیٹ جنرل تمہارا ریلیو کو ڈیفکیو مافک نکال لائیں گا۔

وہ ہارمونیم والے تخت پر بیٹھ گئیں۔

برجیس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہے پھر خاموشی سے گھبرا کر اس نے پوچھا

''یہ ہورمونیم کون بجاتا ہے؟''

''یہ........ یہ؟'' مسز کاؤس جی کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا ''بہوت دن سے کوئی نئیں بجایا اس کو تم کو آتا ہے باجا

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

بجانا؟''

ایک لمحے کے لیے برجیس کا جی چاہا کہ انکار کردے لیکن ''نہیں'' اس کے منہ سے نکل نہ سکا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''بہوت ٹائم گزر گیا۔ ابھی تو یہ سروس بھی مانگتا ہوں گا۔'' انہوں نے ہنسنے کی کوشش کی لیکن اس ہنسی میں آنسوؤں کا نمک رچا ہوا تھا۔ اس ہنسی کی اسے بہت گہری پہچان تھی۔ ابا میاں بھی تو کبھی کبھی اسی طرح ہنستے تھے۔

''مما'' اندر سے ایک نوجوان آواز آئی۔

''بس ابھی اپن کا پرنس آف ویلز اٹھ گیا' اپن کبھی ایدر بھاگے گا کبھی اودر' ابھی یہ چہیے ابھی وہ چہیے۔'' اس بڑبڑاہٹ میں محبت اور گہری وابستگی کی مہک تھی ''ابھی یہ شاور لے آدمی کا بچہ بنے تو ہم تم کو اس سے ملائیں گا۔ اچھا ڈاکٹر ہے پر مغز پھریلا ہے۔ اس کا فادر بولا اپن تم کو کلینک بنا کے دیں گے پر اس کو سوشل ورک مانگتا ہے۔ اس کا فادر بولا ایم آر سی پی کرو ایف آر سی ایس کرو لندن جاؤ پر اس کو کچھ نہیں مانگتا کھیراتی ہسپتال میں کام کرنا مانگتا ہے۔'' کاؤس جی بولتی ہوئی لاونج سے باہر چلی گئیں۔

برجیس ریڈیوگرام کے برابر رکھی ہوئی میز کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اس پر خاکستری رنگ کے ہز ماسٹر وائس کے ٹریڈ مارک بڑے اور چھوتے ڈبے تھے اس نے ایک ڈبہ کھولا۔ کملا جھریا' اختری بائی فیض آبادی' سہگل اور شمشاد بیگم۔ دوسرے میں انسٹرو منٹل ریکارڈ تھے اور تیسرے میں بمبئی کو تھیٹریکل کمپنیوں کے ڈراموں کے گیت۔ زور اسٹرین کلب کا رستم و سہراب خسرو شیریں' سیتا بن باس' اتیحک' ناٹک منڈلی کا سیتا ہرن' داد بھائی ٹھونٹھی کا سنگر۔

سینکڑوں میل کا فصل مذہب اور ثقافت کا بعد' زبان الگ بود و باس جدا پھر بھی اس کے اپنے گھر کے مختلف حصے اور ٹکڑے اس گھر میں نکلے چلے آ رہے تھے۔

اس نے ایک ریکارڈ اٹھایا' بالم آئے بسو مورے من میں' سہگل کا یہ ریکارڈ پرویز کو کس قدر پسند تھا۔ گرمیوں کو دوپہروں میں جب خس کی ٹیٹوں پر پانی کا چھڑکاؤ ہو جاتا اونچی چھتوں سے جھولنے والے پنکھے گھوں گھوں کرتے چلتے' باہر سڑکوں پر سناٹا راج کرتا اور لو کی' پچھل پائی دانت نکوسے پھرتی تب عموماً پرویز کالج سے اس کے ہی گھر چلا آتا۔

صبح کو ابا میاں کورٹ جاتے ہوئے اسے کالج چھوڑتے تھے اور دوپہر میں عام طور پر شنکر بھیا اسے لینے کے لیے آتے۔ گرمی کی دوپہر میں وہ بھی اس کے ساتھ رکشے میں بیٹھ جاتا۔

''چھوٹی امی کا پارہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر پھر چڑھ جائے گا۔'' وہ رکشے میں ایک طرف کو سمٹتے ہوئے اسے یاد دلاتی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''مجھے تو بہت لطف آتا ہے جب ان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور ناک کی نتھنے رہ رہ کر پھڑکتے ہیں۔ یار ویسے تمہاری چھوٹی امی ہیں بہت زوردار۔''

''پرویز ذرا ہوش میں رہو چچی ہیں وہ تمہاری'' پرویز کی زبان کے آگے نہ کھائی نہ خندق۔

''لو بھئی تو چچی ہونے سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وہ خوبصورت نہیں ہیں۔ اب یا تو میری آنکھوں پر پٹی باندھ دو یا پھر ان کے چہرے پر کولتار پھیر دو۔''

''اچھا زیادہ بک بک مت کرو۔ شکر بھیا سن رہے ہیں۔''

''اچھا تو ایسے دھمکا رہی ہو جیسے اللہ میاں سن رہے ہیں

''ہاں شکر بھیا اور اللہ میاں دونوں سن رہے ہیں۔''

اسی کٹا چھنی میں گھر آ جاتا۔ وہ برساتی میں رکشہ پہنچنے سے پہلے ہی کود جاتا اور سیٹی بجاتا ہوا گھر میں داخل ہوتا۔ ندرت یا بھیا دونوں میں سے جو بھی پہلے اس کے ہاتھ لگتا وہ اسے اٹھا کر چک پھیریاں کھانا شروع کرتا' چھوٹی امی کا بس نہیں چلتا کہ بیٹھک کی دیواروں پر لگی ہوئی تلواروں یا کرچوں میں سے کوئی ایک میان سے کھینچ کر نکالیں اور اس کے سینے میں اتار دیں۔ وہ ابا میاں کا چہیتا بھتیجا تھا اور چھوٹی امی اتنی سمجھدار ضرور تھیں کہ اسے شدید ناپسند کرنے کے باوجود زبان سے اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ نکالیں۔

کھانے کی میز پر بیٹھتا تو شور مچاتا رہتا ''کنیزن بوا' املی کی میٹھی چٹنی تو ہے ہی نہیں' اس کے بغیر دال بھات کا بھلا کیا مزہ۔''

چھوٹی امی کی پیشانی پر بل پڑ جاتے۔ ''میاں یہ نخرے کبھی اپنی اماں سے بھی کر لیا کرو۔

''لیجئے کمال کرتی ہیں چھوٹی چچی آپ بھی۔ ارے گھر میں مجال ہے جو دسترخوان پر چار قسم کی چٹنیاں' کئی قسم کے اچار مربے نہ ہوں۔ وہ چپکے سے برجیس کو آنکھ مارتا اور اپنی پلیٹ پر جھک جاتا۔

کسی دن اگر املی کی میٹھی چٹنی اور لوکی کا رائتہ موجود ہوتا تو وہ ترنجے کی ہانک لگاتا'' ارے صاحب گرمیوں کے موسم میں ارہر کی دال کے ساتھ ترنجا تو لازم ہے۔ لیموں اور پیاز دونوں لو کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے تیز بہدف ہیں۔ حکمائے قدیم کا خیال ہے کہ''

''بھئی پرویز خدا کے لیے تم اب حاذق الامت اور نباض الملت قسم کی چیز نہ بنو۔ جہنم میں جائیں حکیم اور ان کی حکمتیں۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

برجیس جھنجھلا جاتی۔ پرویز کے جانے کے بعد چھوٹی امی کے نشتر تو اسے سہنے پڑتے تھے۔

کھانے کے بعد بھی وہ نہ ٹلتا ”میں چچا با سے مل کر جاؤں گا۔“ وہ ندرت اور بھیا کو ساتھ لے کر اس کے کمرے میں پھیل جاتا۔

”اور یوں بھی باہر لو چل رہی ہے لگ گئی مجھے تو منٹوں میں چٹ پٹ ہو جاؤں گا۔ تمہیں پھر کون سمیٹے گا۔

”ایسے حیا دار نہیں ہو کہ لو لگے تمہیں۔ تمہارا تو ہیضہ اور طاعون بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ نکلو تم یہاں سے' مجھے نیند آ رہی ہے کل ٹیسٹ ہے میرا رات کو تیار کرنی ہے۔“

”میں نے کب منع کیا ہے سونے سے' پیٹھ پھیرو اور سو جاؤ۔ ابھی قلفی والا آئے گا۔ ہم تینوں قلفی کھائیں گے' کیوں بھئی بچو ٹھیک ہے نا؟“ وہ بچوں سے مخاطب ہوتا اور وہ دونوں 'ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے' کا نعرہ لگاتے اور اس کے گلے کا ہار ہو جاتے۔

”ہاں بھئی ندرت اور بھیا' اب شروع ہوتا ہے ہمارا فرمائشی پروگرام۔“ وہ کہتا اور اس کے ریڈیو گرام کے پاس جم جاتا پھر کمرے میں سہگل کی آواز گونجنے لگتی ”بالم آئے بسو مورے من میں۔“

”بند کرو اسے۔“

”کیوں بند کروں اس قدر خوبصورت آواز ہے۔“

”خوبصورت آواز میں کسے کلام ہے لیکن یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ مرد گائے چلا جائے ہے' بالم آئے بسو مورے من میں۔“

”آ کر تمہیں اعتراض کیا ہے اس پر؟“

”آخر تمہیں اعتراض کیا ہے اس پر؟“

”شدید اعتراض ہے۔ آخر یہ بلما یا سجنیاں' کیوں نہیں گاتا۔ کوئی تک ہے کہ عورت کی زبان میں گائے چلے جا رہے ہیں۔“

”اچھا اگر اس کی زبان سے یہ گیت برا لگ رہا ہے تو تمہی سنا دو' پھر تو صورت حال ٹھیک ہو جائے گی نا کہ ایک ہجر کی ماری لڑکی اپنے بالم کو بلائے جا رہی ہے کہ آؤ اور من میں بس جاؤ' لاؤں تمہارا باجا؟“

اور تب برجیس اسے کتابیں اور تکیے کھینچ کر مارنا شروع کرتی اور وہ ندرت اور بھیا کے ساتھ اس کے کمرے سے فرار ہو جاتا۔

”برجیش!“ اس کے کانوں میں مسز کاؤس جی کی آواز آئی اور وہ جاگ گئی۔ وہ اسے کسی دوسرے کمرے سے پکار رہی تھیں۔

برجیس نے ڈائننگ روم میں جھانکا۔ ایک دبلا پتلا نوجوان اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ تھا۔ مسز کاؤس جی ٹوسٹر سے نکال رہی تھیں۔ وہ اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ چشمے کے پیچھے سے جھانکتی ہوئی ذہین آنکھوں میں تجسس کا شائبہ تک نہ تھا۔ برجیس نے اسے غور

itsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

سے دیکھا۔ سفید قمیص' سفید پتلون' سفید بند کیوں والی براؤن ٹائی' آنکھوں پر سنہری کمانی کا چشمہ۔ چہرے پر نرمی اور سنجیدگی۔ یہ تھا منوچہر جو ڈاکٹری پڑھ کر ولایت جانے اور روپیہ کمانے کی بجائے بقول مسز کاؤس جی سوچل ورک کرنا مانگتا تھا۔

دونوں کے درمیان چند رسمی جملوں کا تبادلہ ہوا پھر خاموشی چھا گئی۔ ''برجیش ڈارلنگ تم مائنڈ نہیں کرو۔ یہ ڈمب مافک ہے بات کرتے دم نکلتا ہے اس کا۔ اچی ٹیپ سے ماپتا ہے پھر بولتا ہے'' مسز کاؤس جی نے بے تکلفی سے منوچہر کی کم سخنی کی شکایت کی اور منوچہر کا زردی مائل گورا رنگ کانوں تک سرخ ہو گیا۔ اس نے جھینپ کر ایک اچٹتی ہوئی نظر برجیس پر ڈالی اور اپنے سامنے سے چائے کی آدھی بھری ہوئی پیالی سرکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''آئی ایم لیٹ۔'' اس نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی۔ ''مجھے اجازت دیں۔'' اور پھر کرسی کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

''اب اس کا شکل رات کو نظر آئیں گا۔ کبھی جو لنچ ٹائم گھر آوے' اپن کتنی بار بولا اپنا لنچ ساتھ لے جاؤ' پر ایک نہیں سنتا۔ بس اس کا پیشنٹ ہے اور یہ ہے۔'' مسز کاؤس جی نے شکایت آمیز لہجے میں کہا پھر انہوں نے گردن موڑ کر آواز دی۔ ''حلیمہ بائی اے حلیمہ بائی۔''

''ہاں بائی' ابھی آئی۔'' باورچی خانے کی طرف سے آواز آئی۔ چھینٹ کا ٹخنوں تک کرتا اور پلیٹوں والا سیدھا پاجامہ پہنے ہوئے ادھیڑ عمر کی ایک عورت کمرے میں آ گئی۔ اس نے برجیس کو سلام کیا اور ٹرے میں ناشتے کے جھوٹے برتن سمیٹنے لگی۔

''بائی یہ تمہارا عزیز دار ہے؟''

''نئیں' ہندوستان سے آیا ہے۔'' مسز کاؤس جی نے کہا۔

''ہندوستان سے؟'' حلیمہ بائی کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ ''مینو بائی کا سسرالی ہے؟''

مسز کاؤس جی کا مسکراتا ہوا چہرہ کھنچ گیا۔ ''تم اپنا کام دیکھو حلیمہ بائی۔'' ان کی آواز میں روشنی تھی۔ برجیس کو ان کے لہجے کی سختی پر حیرت ہوئی۔ ''ابھی اٹھو یہاں سے برجیش' حلیمہ بائی کچن کا دھندا سنبھالیں گا۔ ہم آرام کریں گا۔'' انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا ''تم کو پتا کھیلنا آتا ہے برجیش؟

''جی ہاں' آتا ہے۔''

''آؤ تو اپن پتا کھیلیں گا۔ لاؤنج میں چلو اپن گڈی لے کے آیا۔'' وہ ڈائننگ روم سے باہر نکل گئیں۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

برجیس لاؤنج میں جا بیٹھی۔ چند منٹ بعد مسز کاؤس جی بغل میں چارکشن دبائے ہاتھ میں تاش کی گڈی لیے ہوئے آئین اور ہارمونیم والے تخت پر پھیل گئیں۔ ''آؤ پتا پھینٹو۔ پردھاندلی نہیں چلیں گا۔'' وہ مسکرائیں۔

برجیس نے مسکراتے ہوئے ہارمونیم کے ساتھ ایک کشن رکھ کر اس سے ٹیک لگائی اور پتے پھینٹنے لگی۔

دوپہر ہوئی تو حلیمہ بائی کا پکایا ہوا کھانا کھا کر مسز کاؤس جی برجیس کو آرام کرنے کی ہدایت کرتی ہوئی اپنے بیڈروم میں جا کر بند ہوگئیں۔ لیکن وہ آرام کرتی تو کیسے اس کے اندر اس قدر اضطراب تھا۔ اتنی بے تکلفی تھی' وہ بالکنی کی ریلنگ سے ٹکی ہوئی سڑک کو دیکھتی رہی۔ ٹن ٹن کرتے ہوئے سائیکل رکشے' گاڑیاں' ٹیکسیاں' گھوڑا گاڑی' پیدل چلنے والے' غرض سڑک پر ایک دنیا آباد تھی جو پل پل بدل رہی تھی۔ وہ جب سڑک کے مناظر سے اکتا گئی تو لاؤنج میں آ کر تخت پر لیٹ گئی۔ وہ بند ہارمونیم کی سطح پر انگلیاں پھیرتی رہی اور سر اس کی پوروں میں تڑپتے رہے۔ ابا میاں سے ہارمونیم بجانے اور گانا سیکھنے کی اجازت کتنی مشکل سے ملی تھی۔ چھوٹی امی نے کتنی ناک بھوؤں پر چڑھائی تھی ''بیٹی شریفوں کی اور شوق ڈیرے دارنیوں کا۔''

ان کا یہ جملہ سن کر برجیس پتھر کی ہوگئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ جملہ اگر ابا میاں کے کان تک پہنچ گیا تو پھر چھوٹی امی ہمیشہ نصیبوں کو روتی رہیں گی' اسی لیے طیش سے لرزتی ہوئی برجیس نے وہ جملہ پی لیا تھا۔ وہ نہ اپنے باپ کا گھر برباد کر سکتی تھی نہ بھیا اور ندرت سے جدائی کا تصور کر سکتی تھی۔

پرویز کو بھی اس کے گانے سے اللہ واسطے کا بیر تھا اور اب تو اس کے پروگرام پٹنہ ریڈیو سے نشر ہونے لگے تھے۔ ریاض کے دوران وہ کبھی آ جاتا طنزاً پوچھتا ''یہ مراثیوں کا سودا تمہارے سر میں کیسے سما گیا ہے؟''

''روشن آرا بیگم اور اختری بائی فیض آبادی کو مراثن سمجھتے ہیں آپ؟'' برجیس کا لہجہ تیکھا ہو جاتا۔

''ماشاءاللہ تان سین کا زنانہ ایڈیشن ہوں گی آپ۔ بہار کا کچھ نام روشن آرا بیگم نے روشن کیا ہے کچھ آپ کریں گی۔''

''جی ہاں ارادہ تو یہی ہے آپ کو اعتراض؟''

''جب آپ کے والد صاحب کو اعتراض نہیں تو بندہ کس شمار قطار میں ہے۔''

''زبان سنبھال کر بات کیجئے' یاد رہے کہ میرے والد صاحب آپ کے چچا جان ہیں۔''

''اور آپ کو بھی یاد رہے کہ آپ میری عم زاد ہیں۔ ٹھیکرے کی مانگ ہیں۔''

برجیس پاؤں پٹختی ہوئی ایک طرف کو چل دیتی۔ جانتی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں پرویز کا غصہ ہوا ہو جائے گا اور وہ پھر اس کے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

آس پاس منڈلا رہا ہوگا۔

پرویز اسے بہت پیارا تھا' بس اس کے خیالات سے وحشت ہوتی تھی اسے۔

کسی کے قدموں کی چاپ سن کر اس نے کشن سے سر اٹھایا۔ حلیمہ بائی سامنے کھڑی تھی۔

''بائی اپن سے چھپاتا ہے کہ تم مینو بائی کا سسرالی ہے۔ کیسا ہے وہ؟ راجی کھشی ہے نا؟ کبھی گھر کا نام تو بولتا ہوگا۔'' اس نے امید بھری نظروں سے برجیس کو دیکھا۔

برجیس کی سمجھ میں نہ آیا کہ حلیمہ بائی اسے کس کا سسرالی بنانے پر تلی ہوئی ہے اور مسز کاؤس جی نے اس بات پر اسے جھڑکا کیوں تھا۔ حلیمہ بائی کو ٹالنے کے لیے اس نے پوچھا ''بہت محبت ہے تمہیں مینو بائی سے۔''

''اپنے سگے سے جیادہ بائی' وہ بہت اچھا چھوکری تھا۔ اپن کا ہرج مرج کا کھیال رکھتا تھا۔ میری بیٹی کا سادی ہوا تو ناواں دیا' برتن بھانڈا دیا' ماڑواڑی۔ لین سادی میں آیا۔ جات برادری میں اپن کا نام اونچا کیا۔'' اس کی آواز بھرا گئی اور اس نے ململ کے موٹے دوپٹے سے اپنی آنکھیں پونچھیں ''ابھی اس کا کوئی چھوری چھورا ہے کہ ایسا ہی کھالی پیلی میں گھومتا ہے؟''

حلیمہ بائی میں کسی مینو بائی کو نہیں جانتی۔'' برجیس نے کہا

''تم کاؤس جی کے گھر ایا ہے اور اس کی بیٹی کو نہیں جانتا؟'' حلیمہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا ''اس کے جانے سے اپن گریب ہوگیا بائی۔ اس کا ماں باپ بھی گریب ہوگیا۔ وہ ہنستا تھا بولتا گاتا تھا۔ کس کے متھے میں آتا تھا کہ وہ ایسا کرے گا۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

''کیوں کیا کر دیا اس نے؟'' برجیس کو کریدسی لگ گئی۔

''ارے بائی دوسرے مالے پہ اپنا اڈوانی ساب رہتا تھا۔ مینو بائی اس کے چھورتے رتن سے سادی بنانا مانگتا تھا' پھر بٹوارا ہو گیا' اڈوانی صاحب گیا' اس کا چھورا چلا گیا' مینو بائی اس کو چٹھی لکھتا تھا۔ کاؤس جی کو معلوم ہوا تو اس نے بہت دند مچایا۔ وہ بولا اپن برادری باہر ہو جائے گا۔ حکا پانی بند ہو جائے اپن کا' مینو بائی بہت رویا۔ بہت سور مچایا۔ مانی پانی چھوڑ دیا۔ ہمارا بائی بہت متھا ماری کرتا تھا اس کے سنگ' پر اس کی بدھی میں نہیں آیا۔ ایک روج وہ دو جوڑا کپڑا لے کر چلا گیا۔ کاؤس جی بڈھا ہو گیا۔ اس چھورے نے مینو بائی پر جادو کیا تھا۔ ہانڈی اڑایا تھا' تب ہی تو اپنا ایسا سندر گائے ماپھک بائی ایسے چلا گیا۔''

حلیمہ بائی اپنی دھن میں بول رہی تھی اور برجیس کی نگاہوں کے سامنے سے پردے اٹھ رہے تھے۔ رات جب کاؤس جی نے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اس سے سخت رویہ اختیار کیا' صبح جب وہ ابا میاں کی طرح ڈانٹ رہے تھے۔ مسز کاؤس جی کی ہنسی میں رچا ہوا آنسوؤں' کا نمک' سب کچھ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔

شام ڈھلتے ہی کاؤس جی آ گئے۔ چائے کا پہلا گھونٹ لینے سے پہلے انہوں نے پاسپورٹ برجیس کے حوالے کیا "اندراج ہو گیا ہے' اسے اب سنبھال کر رکھو۔"

بری خبر یہ تھی کی میزبان ریزیڈنشل ہوٹل کے مالک مسعود احمد جن سے اشرف چچا کا نیا پتا ملنے کا امکان تھا وہ مہینے بھر کے لیے انگلستان چلے گئے تھے۔ برجیس کو محسوس ہوا وہ پانی کے جہاز میں ہے اور جہاز بری طرح ڈول رہا ہے۔

کاؤس جی نے ایک نظر اس کے زرد چہرے پر ڈالی "تمہاری نسل قدم پہلے اٹھاتی ہے سوچتی بعد میں ہے' تم لوگ خود غرض ہو۔ اپنی خوشی کے سوا تم لوگوں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اب تم ہمارے ساتھ چل کر اپنا سامان لے آؤ کسی اور رشتہ دار کا کوئی اتا پتا تمہارے ذہن میں آیا؟"

"جی نہیں۔" برجیس کی آواز پاتال سے آئی۔

"بس تو اب تمہارے پاس واپسی کا ہی راستہ رہ جاتا ہے۔"

"جی؟" برجیس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"جن لوگوں کے پاس تم آئی ہو وہ گھر بدل چکے ہیں' وہ شخص شہر میں موجود نہیں جس کے بارے میں گمان ہے کہ شاید وہ ان کا نیا پتا جانتا ہو۔ کسی دوسرے رشتہ دار کے بارے میں بھی تمہیں کچھ نہیں معلوم' تو پھر یہ بتاؤ کہ واپس جانے کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہو تم؟

"واپس تو میں جا ہی نہیں سکتی۔" برجیس نے براہ راست ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیوں نہیں جا سکتیں؟" ایک اجنبی شہر میں دربدر ہونے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اپنے گھر اور خاندان کے سامنے جواب دہ ہوا جائے۔ تم نے اتنا لمبا سفر جس طرح تنہا کیا ہے اس سفر کی گھر والے اجازت نہیں دیتے' مجھے یقین ہے کہ تم نے اس بارے میں کوئی بات ہم سے چھپائی ہے۔" کاؤس جی دونوں ہاتھ پشت پر باندھے ہوئے تھے اور ان کا چہرہ کانسی میں ڈھلا ہوا تھا۔

برجیس کے کانوں میں مینو کی کہانی گونج گئی جو اس نے چند گھنٹے پہلے سنی تھی' کاؤس جی اسے اور مینو کو ایک ہی ترازو میں تول رہے تھے۔

"میں گھر واپس نہیں جا سکتی۔" وہ روہانسی ہو گئی۔ "یہاں وائی ڈبلیو سی اے کا ہاسٹل تو ہو گا۔ میں وہاں چلی جاؤں گی اور پھر ان

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

لوگوں کو ڈھونڈوں گی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" کاؤس جی نے اسے ڈانٹا۔

"ابھی کائے کو شور مچاتا ہے' کھڑا ہو کر پرازیکیوشن کرتا ہے۔ بابا لڑکی کا دل گلاس ماٹک ہوتا ہے۔ دھیرج بات کرو۔" مسز کاؤس جی نے میاں کو گھورا۔ "تمہاری اسی ہیٹ نے اپن کا فیملی چوپٹ کیا۔ تم لنچ ڈنر نہیں کھاتا۔ گھانس کھاتا ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئیں' کاؤس جی نے گھور کر بیوی کو دیکھا پھر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئے۔

مسز کاؤس جی نے برجیس کے قریب آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ابھی تم وری نئیں کرو برجیس' کاؤس جی کا مغز میری گوراؤنڈ ہو گیا ہے۔ تم "ابھی اپنا ڈریس چینج کرو۔ ہم تمہارے سنگ چلیں گا۔"

"جی کہاں؟" برجیس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"ارے بابا کیسا لڑکی ہے تم؟ ابھی کاؤس جی تم سے چلنے کو بولا' جیدر تمہارا لگیج ہے اودر جائیں گا۔ چلو جلدی کرو۔"

برجیس کسی معمول کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے بک میں سے اپنا آخری جوڑا نکال کر استری کیا۔ منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا اور لاؤنج میں جا بیٹھی۔ دس منٹ بعد وہ کاؤس جی اور ان کی بیگم کے ساتھ وہی سیڑھیاں اتر رہی تھی جن پر صرف چوبیس گھنٹوں پہلے اس نے پناہ لی تھی۔

کاؤس جی کی مورس پی آئی بی کالونی میں داخل ہوئی۔ کاؤس جی کوارٹروں کے نمبر پڑھتے ہوئے گلیوں میں دائیں بائیں مڑ رہے تھے۔ گھروں کے آگے لوگ مونڈھے ڈالے بیٹھے تھے اور ان کی گاڑی کو تجسس سے دیکھ رہے تھے۔ چند منٹ بعد انہیں وہ کوارٹر مل گیا۔ کاؤس جی نے کنڈی بجائی اتنی دیر میں مسز کاؤس جی اور برجیس بھی گاڑی سے اتر چکی تھیں۔ دروازہ بڑی بی کے بدمزاج میاں نے کھول کل اس کے سوٹ کیس رکھنے کے رودار نہیں ہو رہے تھے۔

انہوں نے تینوں پر نظر ڈالی۔ دروازے پر جلتے ہوئے کم روشنی کے بلب میں انہیں برجیس کو پہچاننے میں چند لمحوں کو دیر ہوئی پھر اسے پہچان کر انہوں نے ہنکارا بھرا اور دروازہ بھیڑ کر اندر چلے گئے۔ چند منٹ بعد انہوں نے دروازہ کھولا اور انہیں ایک کمرے میں لے گئے۔ یہ کمرہ شاید بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

"ان صاحبزادی سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے؟" بڑے میاں نے مونڈھے پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ان کی تیز نگاہیں کمانی والے چشمے کے پیچھے سے کاؤس جی کا گہرا جائزہ لے رہی تھیں۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''میں ان کے والد کا دوست ہوں۔ انہوں نے ہمیں اور اپنے چچا کو تار دیا تھا لیکن تار ہمیں ان کے پہنچنے کے بعد ملا۔ گھر ڈھونڈنے میں انہیں بڑی مشکل ہوئی۔'' کاؤس جی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''اجی یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے' بس اندھیر نگری چوپٹ راج سمجھیں۔ میں تو کل ہی حیران تھا کہ یہ صاحبزادی جو یہاں منہ اٹھائے اپنے چچا کا گھر ڈھونڈتی پھر رہی ہیں تو انہوں نے پیشگی اطلاع کیوں نہیں دی آنے کی۔'' بڑے میاں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا' صاحبزادی' کے لفظ پر ان کے لہجے میں کلف لگا ہوا تھا۔

''جناب یہ بھلا کیسے ممکن تھا کہ یہ اور ان کے گھر والے اطلاع نہ دیتے۔ ان لوگوں نے تو لاہور پہنچنے کی تاریخ سے مطلع کیا تھا لیکن آپ جانیں یہاں کی بدنظمی' ویسے آپ کو کچھ اتا پتا ہے اشرف صاحب کا؟ محلے میں کسی سے تو صاحب سلامت ہوگی' شاید کسی کو کچھ بتا کر گئے ہوں؟'' کاؤس جی کی پیشہ ورانہ ذہانت بڑے میاں سے کچھ اگلوانے کے چکر میں تھی۔

''اجی کیا عرض کروں' سنا ہے بس ایک رات اچانک ہی سامان لدنے لگا' محلے والوں نے پوچھا تو کہنے لگے گھر ذرا چھوڑ پڑتا ہے ایک جگہ بڑا مکان مل گیا ہے بس وہیں جا رہے ہیں۔ پتے کے بارے میں بتایا کہ اس وقت نمبر وغیرہ تو یاد نہیں۔ پھر آ کر بتاؤں گا بلکہ بتاؤں گا کیا ساتھ لے کر جاؤں گا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن' پلٹ کر نہیں آئے۔'' بڑے میاں کی ترکی ٹوپی کا پھندنا سر کی جنبش کے ساتھ جھول رہا تھا'' کل ان صاحبزادی کے رخصت ہونے کے بعد میں نے اپنے گھر میں کہا تھا کہ نیک بخت اڑوس پڑوس میں ذرا معلوم کر لیجیو۔ گھر میں سے گئی بھی تھیں پر وہاں تو سب ہی کا ایک جواب تھا کہ ہمیں کچھ پتا کر نہیں گئے۔''

لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ اشرف چچا تو بہت محبتوں کے آدمی تھے' ہر شخص سے ملنے والے' ہر کسی کے دکھ سکھ میں شریک۔ یہاں سب سے نہ سہی دو چار گھروں سے تو زیادہ ہی صاحب سلامت ہوگی پھر بھلا کسی کو ان کا پتا کیوں نہیں معلوم اور ثریا تو سہیلیاں بنانے میں ہمیشہ سے استاد ہے۔ برجیس اپنے آپ سے ہم کلام رہی۔

''اجی سنتے ہو۔'' لکڑی کے سبز دروازے کے پیچھے سے آواز آئی اور بڑے میاں لپک کر اندر چلے گئے۔ برجیس کو یقین تھا کہ کسی نہ کسی جھری سے بڑے میں کی زرد رو اور سہمی ہوئی لڑکیاں انہیں دیکھ رہی ہوں گی اور حیران ہو رہی ہوں گی۔

چند منٹ بعد دروازے کے پیچھے سے بڑے میاں برآمد ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک زنگ آلود ٹرے تھی جس میں چائے کی پیالیاں تھیں جو اپنے کناروں سے چھلک رہی تھیں اور ان کے پیچھے بڑی بی تھیں' ململ کے رنگ ہوئے دوپٹے کا گھونگھٹ نکالے ہوئے۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

بڑے میاں نے ان تینوں کو چائے پیش کی اور بڑی بی کاؤس جی کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئیں۔ ان کی کلائیوں میں چاندی کی چوڑیاں تھیں جو عرصے سے اجالی نہیں گئی تھیں اور انگلیوں میں کھوٹ والے سونے کی سیاہی مائل پیلی انگوٹھیاں۔

''ارے بیوی' میرا تو کل سے دل ہولے تھا۔ انجان شہر' اس میں اکیلی لڑکی ذات کہاں گئی ہوگی' کیا گزری ہوگی۔'' وہ مسز کاؤس جی سے مخاطب تھیں۔

''ویسے بڑی جیوٹ ہے۔ ارے ہماری لونڈیاں تو گلی میں قدم باہر نہ نکالیں اور یہ سینکڑوں ہزاروں میل سے اکیلی چلی آئی۔ شاباش بیٹا شاباش۔'' انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برجیس کی پیٹھ پر رکھ دیا۔

برجیس کو یقین تھا کہ بڑی بی کے پیٹ میں باؤ گولے پھر رہے ہوں گے مسز کاؤس جی اپنی وضع قطع سے کسی طرح بھی برجیس اور اس کے ماحول سے میل نہیں کھاتی تھیں اور یہ واضح فرق یقیناً بڑی بی کی تیز نظروں میں کھٹک رہا ہوگا۔

''آپ ٹھیک بولتا ہے۔ ہم خود پریشان ہوا جب یہ سڈنی پہنچا۔'' مسز کاؤس جی نے خلوص نیت سے میاں کا جھوٹ نبھانے کی کوشش کی

کاؤس جی اور بڑے میاں آپس میں قدرے دھیمے لہجے میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ بڑی بی نے چند لمحوں توقف کیا پھر جھک کر برجیس سے رازدارانہ انداز میں پوچھا ''یہ تو اپنی طرف کی نہیں ہیں؟''

''جی ہاں یہ اپنی طرف کی نہیں ہیں۔'' برجیس نے مختصراً کہا۔

''کچھ کچھ میم سی لگے ہیں۔ پر پہناوا میموں جیسا نہیں۔ بڑی بی نے سوالیہ انداز میں برجیس کی طرف دیکھا۔

''بس کچھ یوں ہی سمجھ لیں۔'' برجیس نے گول مول بات کی۔ اسے بڑی بی کی کرید سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ مسز کاؤس جی کے بارے میں سرگوشیاں کرنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

شاید بڑی بی کو بھی اس ناگواری کا احساس ہو گیا تب ہی انہوں نے پینترا بدل کر ایک اور سوال داغا۔'' کچھ اتا پتا چلا تمہارے چچا کا؟''

''جی نہیں۔ ابھی ان کا پتا تو نہیں چلا ہے' انکل ڈھونڈ لیں گے۔ اس نے کاؤس جی کی طرف دیکھا جو چائے کے چند ٹھنڈے اور پھیکے گھونٹ پینے کے بعد اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کی نگاہوں میں برجیس کے لیے وہاں سے اٹھنے کی ہدایات واضح تھی۔

''جی وہ میرا سامانا۔'' برجیس نے چائے کی پیالی کو میز پر رکھا اور اسی وقت ایک مچھر اس میں غوطہ لگا گیا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''ہاں بیٹا ذرا تھمو تمہارے دونوں اٹاچی کیس ویسے ہی رکھے ہیں۔ بھلا پرائی امانت سے ہمارا مطمبل' مجال ہے جو کسی نے ہاتھ بھی لگایا ہو ان کو۔'' بڑی بی نے تیزی سے کہا۔ ''ارے میں کہوں ہوں ذری نکال دو اٹاچیوں کو موٹر میں رکھوا دو۔ ہاں نہیں تو بیٹا ذری دو منٹ ٹھہرو تو نکلواؤں میں۔ ان کے بس کا تو کچھ ہی ہے نہیں' جب سے گٹھیا نے پکڑا ہے کسی کام کے نہیں رہے۔ اب سے پہلے تو سارے محلے کا کام تھا اور ایک انگوڑی ان کی جان تھی۔ نظر کھا گئی کم بختوں کی' ہائے کتا کام کرو ہوارے' کتا کام کرو ہو۔ ارے کوئی نامرادوں سے کہے کہ جب تمہاری میا مرے ہے کام کرتے ہوئے تو دوسروں کو بھلا کا ہے ٹوکو ہو۔ ارے بیٹا۔ بس ہونس لگ گئی۔'' پھر وہ اپنے گھٹنے پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ برجیس اور مسز کاؤس جی نے اظہار افسوس کے طور پر گردن ہلائی اور بڑی بی گھونگھٹ کو کچھ اور لمبا کرتی ہوئی کاؤس جی کی طرف سے پیٹھ کر کے ترچھی چلتی ہوئی بیٹھک سے باہر نکل گئیں۔

کاؤس جی بڑے میاں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے' مختصر سے آنگن میں دونوں سوٹ کیس گھسیٹ کر لائے گئے' بڑے میاں اور کاؤس جی کی کوششوں سے گاڑی کی ڈگی میں رکھے گئے اور شکر گزاریوں کے ساتھ وہ لوگ وہاں سے رخصت ہوئے۔

مسافت گاڑی کی پہیوں کے نیچے سے سرسراتی ہوئی نکلتی رہی۔ کاؤس جی کے بال سامنے سے گزرتی ہوئی کسی گاڑی کی روشنی میں لحظے بھر کے لیے چاندی کے تاروں کی طرح چمکتے رہے اور گاڑی میں ایک ایسی خاموشی پھیلی رہی جیسے لفظ ختم ہو گئے ہوں اور لفظوں سے پیدا ہونے والی آوازیں کھو گئی ہوں۔

کاؤس جی نے گاڑی بلڈنگ کے آنگن میں کھڑی کی اور چوکیدار کی تلاش میں چلے گئے۔

''آؤ برجیس ابھی اوپر چلے کاؤس جی سامان کے ساتھ آ جائیں گا۔'' مسز کاؤس جی نے برجیس کا ہاتھ تھاما اور اسے سیڑھیوں کی طرف لے کر چلیں۔

ان سیڑھیوں کو چڑھتے ہوئے برجیس کو جھرجھری سی آئی۔ انہی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اس نے کل رات آسمان کو اپنے ساتھ روتے دیکھا تھا۔ انہی میں سے ایک پر مسز کاؤس جی کی ساڑی پر لگا ہوا بروچ گرا تھا۔ وہ اگر نہ گرتا یا گرنے کے باوجود اگر اسے نہ ملتا تب؟ زندگی شاید محض ''اگر'' کا ایک بامعنی و بے معنی مجموعہ تھی۔ زندگی میں بے شمار ''اگر'' تھے۔ ہر ''اگر'' مہیب امکانات کا ایک طویل سلسلہ رکھتا تھا اور انسان ان مہیب امکانات کے سامنے بے بس تھا۔

اس رات کھانے کے بعد کاؤس جی نے پھر اس کی واپسی کا معاملہ اٹھایا ''تم نے یہاں آنے کا فیصلہ اتنی عجلت میں کیا اور پھر

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

احتیاطاً بھی کسی دوسرے رشتے دار کا پتا نہیں لیا۔ یہ تمہاری نادانی تھی۔ اب مناسب یہی ہے کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ اور اگر دوسرے لاکھوں مسلمانوں کی طرح تم بھی ہندوستان میں نہیں رہنا چاہتیں تو نہ رہو' کچھ دنوں بعد واپس آ جانا۔'' کاؤس جی نے رسان سے اسے سمجھایا۔

''میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی لیکن جب گھر ہی نہیں رہا..... برجیس نے ایک گہری سانس لی اور پھر وہ ان دو اجنبی مگر مہربان سماعتوں کے سامنے کناروں سے چھلکی اور وہ بھی اس طور کہ اس نے کچھ چھپا کر کچھ بچا کر نہیں رکھا۔

وہ خاموش ہوئی تو مسز کاؤس جی اپنی آرام کرسی چھوڑ کر اس کے برابر آ بیٹھیں اور ان کا بایاں ہاتھ اس کے شانے سے لپٹ گیا۔ کاؤس جی اپنے ہاتھ کی لکیروں میں کچھ ڈھونڈتے رہے پھر انہوں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا ''میں کوئی ترکیب سوچتا ہوں تمہارے چچا کو ڈھونڈنے کی اور جب تک ان سے رابطہ نہیں ہوتا اس وقت تک تم یہیں رہو۔ یہ سمجھو کہ تمہارے والد کا ایک گھر کراچی میں بھی تھا۔'' وہ اٹھے اور تیزی سے چلے گئے۔ ان کی آنکھیں پرآب تھیں۔

مسز کاؤس جی نے اس کی پیشانی چوم لی ''ابھی تم ٹھہرو۔ میں منوچہر کو ڈنر دے کر تمہارے لیے بستر بنائیں گا۔ آج تم ادھر ہی ریسٹ کرنا۔'' پھر وہ لاؤنج سے باہر نکل گئیں۔

اس رات جب آنکھوں میں نیند کا مرہم نہ بچا' جب یادوں سے نڈھال ذہن کو کسی طور قرار نہ آیا تو وہ بالکنی میں جا کھڑی ہوئی۔ باہر رات کا سناٹا تھا' گھٹتے ہوئے چاند کی اداس اور ہرزدہ روشنی تھی جو پیڑوں کی شاخوں سے لپٹ کر سو رہی تھی۔ سوئی دیواریں' دریچے اور در تھے اور تب اس رات ایک اجنبی شہر میں گھر اس کی نگاہوں کے سامنے یوں کھلا جیسے کوئی پارینہ دفتر کھلے۔ ورق ورق صفحہ صفحہ۔

ابا میاں جانے کی آپ کو ایسی بھی کیا جلدی تھی' اتنی بے قراری آپ کے مزاج کا حصہ تو نہ تھی۔ اس کا دل پھڑ پھڑایا۔ اب جو آپ خاک ہو چکے ہیں تو کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کی موت نے مجھے راکھ کر دیا۔ مجھ سے تمام سمتیں چھین لیں۔ وہ چلنے جانے والے باپ سے ہم کلام رہی۔

اس کے گریجویشن کی ابا میاں نے کتنی خوشیاں منائی تھیں' وہ اسے وکالت پڑھوانا چاہتے تھے لیکن اس کے دماغ میں لکھنو یونیورسٹی سے انگلش لٹریچر میں ایم اے کرنے کی سما گئی۔ ابا میاں نے اسے لاکھ سمجھایا لیکن برجیس کی ضد آگے ان کی ایک نہ چلی۔ چھوٹی امی نے طنز کے نشتر چلائے۔ پرویز نے آنکھیں دکھائیں' ناراض ہوا لیکن برجیس گھر کی سیاست سے تھک چکی تھی۔ چھوٹی امی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کے دو چہرے تھے! ایک ابا میاں کی موجودگی میں اور دوسرا ان کی غیر حاضری میں۔ اس کی نسبت پیدائش کے لمحے سے ہی پرویز سے طے تھی اور انہیں اس سے اختلاف تھا۔ وہ کھل کر تو کچھ نہیں کہتی تھیں لیکن اندر ہی اندر جوڑ توڑ میں لگی رہتیں۔ برجیس کو پرویز سے بے پناہ تعلق تھا' وہ اپنے دلی تعلق کو ہمیشہ چھپاتی اور اب اسے چھوٹی امی سے ڈر لگنے لگا تھا۔ تب اس کی سمجھ میں یہی آیا تھا کہ وہ منظر پر سے ہٹ جائے تو چھوٹی امی کی نگاہوں میں ہر وقت نہیں کھٹکے گی۔

لکھنو یونیورسٹی میں داخلے کا وقت آیا تو ابا میاں اسے خود لے کر گئے۔ کیلاش ہوسٹل میں اس کا انتظام کرایا اور پھر واپس چلے گئے۔ حضرت گنج' قیصر باغ' گومتی' یونیورسٹی' ریڈیو اسٹیشن' نام' مقام' یادیں' لمحے' برجیس ایک لمحے کے لیے کانپ گئی۔ کیسی فراغت کے دن تھے اور کیسی چونچال راتیں۔ ابا میاں' ندرت اور بھیا تینوں بہت یاد آتے' پرویز کی یاد دل سے جدا ہی نہیں ہوتی تھی پھر بھی ان یادوں میں اداسی کی رمق نہیں تھی۔ ایک انتظار تھا اور انتظار کی راحت تھی۔ صرف دو سال کی تو بات ہے' پھر ساری دوریاں مٹ جائیں گی۔ کوسنوں سے بھرے ہوئے' پرویز کے خط آتے۔ وہ ان خطوں کو پڑھ کر ہنستے ہنستے نڈھال ہو جاتی۔ ابا میاں اور ندرت کے خط محبت کی خشبو سے مہکتے ہوتے! بھیا ابھی لکھنا سیکھ رہا تھا' ٹیڑھے میڑھے انداز میں تصویریں بنا کر اپنا نام لکھ کر بھیجتا۔

امتحان دے کر گھر گئی تو ابا میاں نے اپنی محبت سے اس کا جینا دشوار کر دیا۔ پرانی سہیلیوں کے گھر جانا یا پرویز سے ملنا ایک مسئلہ ہو گیا لیکن اس الجھن میں بھی ایک لذت تھی۔ ویسے بھی پرویز کا آنا اب بہت کم ہو گیا تھا۔

چھٹیاں ختم ہوئیں' وہ واپس لکھنو چلی گ ء اور ابھی فائنل کی کلاسوں کو شروع ہوئے ڈھائی ہفتے ہی گزرے تھے کہ ابا میاں کی شدید بیماری کا تار پہنچا۔ خوف سے زرد چہرہ اور انگارہ آنکھیں لیے جب وہ گھر پہنچی تو ابا میاں رخصت ہو چکے تھے۔ وہ ابا میاں جو اس کی ہر ضد کے آگے ہار جاتے تھے' اس کی لاکھ منت سماجت سے بھی نہ مانے چپکے سے سونے چلے گئے' رات بہت تھے جاگے' صبح ہوئی آرام کیا۔

امی کے بارے میں اس نے بہت کچھ سنا تھا لیکن یاد کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے ان کی تصویریں دیکھی تھیں۔ ایک نوجوان اور مسکراتی ہوئی باوقار لڑکی ہار سنگھار کے پیڑ کے نیچے کھڑی ہے اور نگاہیں دور کہیں کچھ ڈھونڈ رہی ہیں۔

برآمدے میں کرسی پر بیٹھی ہے۔ سامنے چھوٹی سی گول میز ہے جس پر خوبصورت جلد والی چند کتابیں ہیں۔ چند تصویریں ابا میاں کے ساتھ تھیں۔ نوجوان ابا میاں کے ساتھ کچھ تصویروں میں وہ بھی تھی۔ گود میں' قالین پر کھلتی ہوئی لیکن ان تصویروں کو دیکھ برجیس کے ذہن میں وہ لڑکی کبھی ماں کے روپ میں نہیں ابھری تھی۔ یہ اس کی بڑی بہن تھی' سہیلی ہو سکتی تھی لیکن ماں تو نہیں تھی۔ اس

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کے ساتھ کی تمام لڑکیوں کی ماؤں کے بالوں پر سفیدی کا غبار تھا' چہرے پر متانت تھی۔ گزری ہوئی عمر کے نشانات تھے۔ لیکن یہ تو ایک نوجوان' خوش باش اور ہنستی کھیلتی لڑکی کی تصویریں تھیں جو اس کے اور ابا میاں کو چھوڑ کر خاندانی قبرستان میں جا سوئی تھی۔

اس نے سنا تھا کہ ابا میاں برسوں اس کے سوا کسی اور سے ہنستے بولتے نہ تھے۔ پیروں جا کر قبرستان میں بیٹھے رہتے۔ اسی زمانے میں انہوں نے خاندانی قبرستان کو پھلواری میں بدل دیا تھا۔ دوسری شادی تو انہوں نے بہت بعد میں کی۔

ابا میاں نے اسے اتنی محبت دی تھی' اس قدر چاہا تھا کہ ماں کی ضرورت اسے کبھی محسوس بھی نہیں ہوئی تھی۔ آٹھ نو برس کی عمر تک وہ اس کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ رات کو جب نیند اس پر سایہ کرتی تو یہ ابا میاں کی میٹھی اور ریشم ایسی آواز ہوتی جو اسے کہانیاں سنا رہی ہوتی اور دن بھی اسی آواز سے طلوع ہوتا۔

اس کے ناز اٹھانے والے اور اس کے دل کی ہر حالت کو جاننے والے ابا میاں چلے گئے تھے اور ان کے بعد ہر طرف ایک سناٹا تھا' ایسا سناٹا جس میں اسے پرویز کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ وہ گھر جو اس کا اپنا گھر تھا ابا میاں کے ساتھ ہی رخصت ہو گیا۔ چھوٹی امی کے وہ بھائی بھتیجے جو صرف عید بقرعید پر ابا میاں کو سلام کرنے اور عیدی لینے آتے تھے اور ڈرائنگ روم سے ہی رخصت کر دیئے جاتے تھے' اب گھر میں ہر طرف دندنانے لگے۔ دسویں کے بعد چچا روشن رائے نے اسے بتایا کہ گھر چھوٹی امی کے نام ہے، شیئرز میں چھوٹی امی' ندرت اور بھیا کا حصہ ہے دو باغ اس کے نام ہیں اور سات ہزار روپے اس کے نام سے بنک جمع ہیں۔ وہ سر جھکائے تمام تفصیلات سنتی رہی' ابا میاں نہیں رہے تھے' یہ اصل حقیقت تھی' باقی تو سب آنی جانی چیزیں تھیں۔

بیسویں کے بعد وہ لکھنو روانہ ہو گئی۔ چھوٹی امی نے بڑی پٹس ڈالی' طعنے دیئے لیکن اب اس کے لیے ہر بات بے معنی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ابا میاں کے بعد اسے ایم' اے کی ڈگری کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ پرویز ملازمتوں کے لیے متعدد درخواستیں دے چکا تھا لیکن لاحاصل۔ وہ ایم اے' کر لے گی تو شاید کسی کالج میں لیکچرار ہو جائے۔ شادی کے بعد دونوں زندگی کی گاڑی کو کھینچ سکیں گے۔

لکھنو پہنچنے کے دو مہینے بعد اسے پرویز کی چھوٹی بہن اور اپنی گہری سہیلی ثریا کا خط ملا' اس نے لکھا تھا..... تمہیں یقین نہیں آئے گا لیکن ابا میاں اور بھیا نے اچانک پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چند ہی دنوں میں باغ بکا' گھر کس سودا ہوا اور اب ہم دو دن بعد پٹنہ چھوڑ رہے ہیں۔

اسے اپنی آنکھوں پر واقعی یقین نہ آیا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

پرویز زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اس سے پوچھے بغیر بھی کر سکتا ہے؟ لیکن حقیقت یہی تھی کہ پرویز نے یہ فیصلہ کر لیا تھا اور اسے اطلاع دینے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تھی۔ زندگی کی ویرانی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

چند ہفتوں بعد اسے پرویز کا خط ملا۔ کراچی سے لکھا ہوا۔ اس نے لکھا تھا میں یہاں آ گیا ہوں' وہاں سے چلتے ہوئے دل تم سے ملنے کے لیے بہت تڑپا لیکن میں جانتا تھا کہ تم سے ملا تو شاید روانگی ملتوی کر دوں جبکہ اب مسلمان نوجوان کے لیے ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں رہی' اسی لیے تم پر اور خود پر یہ ظلم بھی کر لیا۔ میں جلد از جلد کچھ کر لینا چاہتا ہوں تا کہ تمہیں بلا سکوں۔ یوں بھی اب تمہارے فائنل میں چند مہینے رہ گئے ہیں وقت کم ہے اور زندگی بہت مشکل ہے۔

پرویز کے خط نے اس کے اندر ایک اتھل پتھل مچا دی۔ اس کی ماں اور پرویز کی ماں سگی ماموں زاد بہنیں تھی اور ایک دوسرے کی گوئیاں۔ اس نے ماماؤں' باندیوں سے سنا تھا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے بغیر قرار نہیں آتا تھا۔ اشرف چچا' ابا میاں کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور ان دونوں کو بھی آپس میں بہت محبت تھی اسی لیے برجیس کی پیدائش پر جب پرویز کی اماں نے دائی کے ٹھیکرے میں چاندی ڈالی تھی اور نوزائیدہ بچی کو اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیا تھا تو سب ہی خوش ہوئے تھے کہ محبتوں کے رشتے اب اور مضبوط ہو جائیں گے۔

اس نے ہوش سنبھالا تو ہر طرف سے پرویز کا نام اس کے کانوں میں پڑا وہ اس کے اور ثریا کے ساتھ کھیل کر بڑی ہوئی تھی اور اب جبکہ ابا میاں چلے گئے تھے تو پرویز اس سے پوچھے اور کہے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کر بیٹھا تھا۔ برجیس نے اپنی زمین کے سوا کسی دوسری زمین پر رہنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ بٹوارا ہوا تھا اور بے شمار لوگوں نے رخت سفر باندھ تھا لیکن ابا میاں نے ہر جانے والے کو یہی کہہ کر رخصت کیا تھا کہ میاں مٹی ماں کی طرح ہوتی ہے۔ ہم اس کے خمیر سے جنم لیتے ہیں اور سکھ کی نیند بھی اسی میں سوتے ہیں۔ ماں کو چھوڑ کر جاؤ گے تو کبھی چین نہیں پاؤ گے' یہ کہہ کر وہ اپنی گاندھی کیپ کو کچھ اور ترچھا کر لیتے اور جانے والے کی پیٹھ اس تاسف سے دیکھتے جیسے اس کا جنازہ دیکھ رہے ہوں۔

اب ان ہی ابا میاں کا ہونے والا داماد اس سے کچھ کہے' کچھ پوچھے بغیر زندوں کو سمیٹ کر اور مردوں کی ہڈیاں پیچھے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ جج دلاور علی خاں نہیں رہے تھے اس کے ساتھ ہی ان کا عہدہ ان کی حیثیت بھی رخصت ہو گئی تھی۔ پرویز اور پاکستان کے درمیان کی دیوار گر گئی تھی۔ ثریا کے خط اکثر آتے' پرویز کے کبھی کبھار۔ یادوں اور وعدوں سے بھرے ہوئے۔

فائنل کا آخری پرچا دے کر برجیس لکھنو سے پٹنہ پہنچی تو گھر' مکان ہو چکا تھا۔ وہ بوکھلائی ہوئی سارے گھر میں پھرتی رہی۔ ابا

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

میاں کے کپڑوں کی الماری میں ان کی خوشبو ڈھونڈتی ہوئی' کتابوں میں ان کا لمس تلاش کرتی ہوئی۔ چھوٹی امی کے طعنوں کے تیر کچھ زیادہ نکیلے ہو گئے تھے۔ ندرت اور بھیا اس کے پاس آتے تو سہمے اور سمٹے ہوئے۔ شاگرد پیشہ میں خاک اڑتی تھی۔ فٹن بک چکی تھی۔ ستارہ اور جے منگل' بیرسٹر' پنکج سنگھ کے اصطبل میں پہنچ چکے تھے' نسو خان نے بیروزگار ہو کر آبائی گاؤں کا رخ کیا تھا اور نجو چچا نکالے جا چکے تھے۔

وہ بے مہری کی تنی ہوئی رسی پر چلتی رہی' پھر ایک رات کھانے کی میز پر چھوٹی امی نے رکھائی سے بتایا کہ وہ ہزاری باغ جانے والی ہیں۔ وہاں ان کا میکہ تھا' زندگی اب وہ وہیں گزارنا چاہتی تھیں۔ بھنور پوکھر کے گھر کے لیے خریدار ڈھونڈ جا رہے تھے۔

برجیس کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن چھوٹی امی نے اس کی بات کاٹ دی "یہ گھر میرے نام ہے' میں اس میں رہوں' بیچوں یا آگ لگاؤں۔ یوں بھی تمہیں کس بات کا غم ہے؟۔ جج صاحب نے تمہیں بی اے کرایا' ایم اے کرایا اور پھر تمہارے رہنے کو تو پورا پاکستان پڑا ہے۔ میری مانو تو اپنے اشرف چچا کے پاس چلی جاؤ۔"

ان جملوں کو سننے کے بعد برجیس نے لب سی لیے۔ دوسرے گھروں کا سامان چوری چھپے بک رہا تھا اور بیچنے والے پاکستان جانے کے لیے پا بہ رکاب تھے۔ جج داور علی خان کے خاندانی نوادرات اس لیے دن دھاڑے بکے کہ چھوٹی امی کو غالباً ان تمام چیزوں سے نفرت تھی۔ کار انہوں نے اس کے آتے ہی ہزاری باغ بھجوا دی تھی۔ شاید انہیں ڈر ہو کہ اسے لے کر وہ اڑی اڑی پھرے گی۔ رکشہ اس کے سامنے بکا۔ شنکر بھیا شاگرد پیشہ سے نکالے گئے۔ ان کی اور ان کے گھر والوں کی آہ و بکا برجیس سے سنی نہ گئی۔ اس روز وہ اپنے شہر میں پہلی مرتبہ کرائے کے رکشے پر بیٹھی اور اپنی چہیتی گوئیاں نرملا کے گھر جا کر دھاروں دھار روئی۔

اس کی سوچنے سمجھنے کی سب صلاحیتیں مفلوج ہو چکی تھیں۔ وہ کہاں جائے کس کے پاس رہے؟ تمام قریبی رشتہ دار پاکستان جا چکے تھے اور جو رہ گئے تھے وہ مولی آپ پاتوں بھاری' والی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ جانتی تھی اس کا بیاہ پرویز سے ہونا ہے لیکن اس کے گھر یوں منہ اٹھا کر چلے جانا بھی اسے کچھ عجیب سا لگتا تھا۔

اس کی سمجھ میں جب کچھ نہ آیا تو وہ روشن چچا کے گھر چلی گئی۔ روشن رائے شتاب' ابا میاں کے جگری دوست' چند مہینوں پہلے ہائی کورٹ کی ججی سے ریٹائر ہوئے تھے۔ اکلوتا بیٹا مہا سبھائی۔ باپ کی ساری زندگی اردو اور فارسی کے شعر پڑھتے "ماشاءاللہ" "سبحان اللہ اور "آداب عرض" کہتے گزری تھی۔ برجیس نے انہیں اور چاچی کو اپنی کتھا سنائی تو چاچی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں' روشن چچا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''بیٹا' تم ہمرے ہیاں اٹھ آؤ۔ چاچی نے اسے گلے لگالیا۔ روشن چچا بھی سرہو گئے لیکن برجیس جانتی تھی کہ زمانہ ان سے منہ پھیر چکا اور اب ان کے بیٹے کے ساتھ ہے۔

''میں آخری آدمی ہوتا اور علی کی بیٹی سے یہ کہنے والا کہ تم پاکستان چلی جاؤ لیکن بیٹا ہماری ہوا اکھڑ چکی۔ اب تو اشرف میاں ہی تمہارے سر پر ہاتھ رکھ سکتے ہیں۔'' روشن چچا نے ایک آہ بھر کر کہا تھا۔

ہر سانس اذیت تھی' ہر لمحہ عذاب تھا۔ اپنی زمین کیا صرف اس لیے ترک کردی جائے کہ پرویز نے اس زمین کو چھوڑ دیا تھا یا اس لیے کہ چھوٹی امی کو اس سے نفرت تھی؟

اس نے سوا ارادے باندھے اور پھر سب ہی ریت کے گھروندے نکلے۔ جس دن اس کا رزلٹ آیا' اس روز وہ ابا میاں کے خیال سے بھی آنکھیں چرائے گھومتی رہی' دوسرے دن ثریا کا ایک مختصر سا خط ملا۔ اس نے لکھا تھا اب جبکہ بات بہت گمبھیر ہوگئی ہے تم فوراً یہاں آجاؤ۔ شاید یہاں کی الجھنوں کی سن گن وہاں والوں کو بھی ہوگئی تھی تب ہی ثریا نے گھبراہٹ میں اسے چند سطریں گھسیٹ بھیجی تھیں۔

خواہشوں اور حقیقتوں میں جنگ ہو تو خواہشیں پسپا ہو جاتی ہیں۔ وہ فیصلے کی رات تھی۔ دوسرے دن برجیس نے پاسپورٹ فارم بھرا اور ثریا کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے جلد پہنچنے کی اطلاع تھی۔

چیزیں جنہیں ہم سینے سے لگا کر سینت سنبھال کر رکھتے ہیں' زمانے کے سامنے وہ کس قدر بے حقیقت ٹھہرتی ہیں۔ سامان سے اس کا کمرہ بھرا ہوا تھا لیکن جب اسے سمیٹنے کا مرحلہ درپیش ہوا تو آخر میں دو سوٹ کیس اس کے رہے۔ اس کل کائنات کے ساتھ وہ روشن چچا کے یہاں منتقل ہوگئی۔ روشن چچا کا مہا سبھائی بیٹا خواہ اس سے کتنی ہی نفرت کرے لیکن اسے برداشت کرنے پر مجبور تھا' جیسے ابا میاں کی زندگی میں چھوٹی امی اسے برداشت کرتی تھیں۔ سانس کی ڈوری محبتوں اور نفرتوں پر کس قدر اثر انداز ہوتی ہے۔

وہ قبرستان میں مٹی کے اس ڈھیر سے رخصت ہوئی جس پر ابا میاں کا نام تھا پھر اس زمین کو چھوڑنے کا سفر شروع ہوا جس نے اسے سب کچھ دیا تھا۔

یادوں کی باڑھ میں سب کچھ بہا چلا جا رہا تھا۔ برجیس نے بے قرار ہو کر سر کو جھٹکا۔ اس کا لباس' گیلری کی ریلنگ اور سڑک کا سینہ سب ہی اوس سے بھیگے ہوئے تھے۔ ڈھلتی ہوئی چاندنی میں اس کی نظر فٹ پاتھ پر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک بلی پر پڑی۔ اسے وہ بلی یاد آئی جس سے چھوٹی امی کو شدید نفرت تھی اور جسے وہ مہینے دو مہینے بعد تھیلے میں بند کروا کے کہیں دور پھنکوا دیتیں لیکن چند

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

دنوں میں وہ پھر آموجود ہوتی۔ تب پرویز نے کہا تھا "آپ فکر نہ کریں چچی۔ اب یہ گھر کا راستہ کبھی نہیں ڈھونڈ پائے گی۔" پھر وہ اس کے گلے میں مقناطیس کا چھوٹا سا ٹکڑا باندھ کر اسے کہیں چھوڑ آیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ بلی کے گلے میں مقناطیس کا ٹکڑا باندھا ہو تو وہ ان زیر زمین مقناطیس روؤں کو پہچان نہیں پاتی جن کی انگلی تھام کر وہ اپنے گھر پہنچ جاتی ہے۔ برجیس نے اس بلی کو ہفتوں انتظار کیا تھا لیکن وہ واقعی پھر کبھی نہیں آئی تھی۔

صبح ہوئی مسز کاؤس جی نے لوہے کے کرچھے میں لوبان جلا کر سارے کمروں میں پھرایا۔ آگ نے اپنے نور اپنی نیکی اور حسن سے سارے گھر کو منور کر دیا۔

ناشتے کے بعد برجیس اخبار دیکھ رہی تھی کہ مسز کاؤس جی نے اسے آواز دی۔ کاؤس جی اسے اپنی اسٹڈی میں بلا رہے تھے۔ اسٹڈی میں قدم رکھتے ہی اسے چکر سا آ گیا۔ چمڑے کی جلد والی ضخیم کتابوں اور دبیز فائیلوں کی مخصوص خوشبو سے بھرا ہوا کمرہ۔ بڑی سی میز پر سبز رنگ کا بلیزر کا تھ اور اس پر آئینے کی طرح چمکتا ہوا شیشہ' جلتا ہوا ٹیبل لیمپ' بید کی گھومنے والی کرسی پر کاؤس جی' سب کچھ ماضی کا ایک حصہ۔ وہ ان کے اشارے پر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ کاؤس جی ہوا میں تحلیل ہوئے۔ ابا میاں کی دو مہربان آنکھوں نے سنہری فریم کے چشمے کے پیچھے سے اسے دیکھا اور اس کی طرف ایک کاغذ بڑھایا۔ برجیس نے ہڑبڑا کر وہ کاغذ تھام لیا اور اس پر نظر دوڑائی۔ ایک مختصر سی عبارت "پٹنہ کے مرحوم جج داور علی خان کی بیٹی برجیس کراچی پہنچ چکی ہیں۔ ان کے رشتہ دار درج ذیل فون یا پتے پر رابطہ کریں۔"

"اس اشتہار کو میں "ڈان" اور "جنگ" دونوں میں دے رہا ہوں۔ میری سمجھ میں بس یہی ایک طریقہ آیا ہے تمہارے چچا سے رابطے کا۔

برجیس نے ان کی بات پر کسی معمول کی طرح سر ہلایا۔ اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات کیا ہو سکتی تھی کہ پرویز کو ڈھونڈنے کے لیے اشتہار دینا پڑے۔ نہ ہوئے اخبار مجنوں کے زمانے میں ورنہ اشتہار چھپ رہے ہوتے بی لیلیٰ کے لیے۔ اسے ثریا اور پرویز دونوں پر ٹوٹ کر غصہ آیا۔ ایسی بھی کیا مصروفیت یا بوکھلاہٹ کہ نیا پتا اسے نہ لکھا جا سکے۔ مانا کہ تار راستے میں غتر بود ہوا لیکن اپنے آنے کا پروگرام تو ان لوگوں کے گھر بدلنے سے ہفتوں پہلے اس نے لکھ دیا تھا۔

کاؤس جی کورٹ چلے گئے حلیمہ آ گئی' اور مسز کاؤس جی اس کے ساتھ کسی کام میں مصروف ہوئیں۔ برجیس نے سارا اخبار پڑھ ڈالا۔ اب کیا کرے۔؟ وقت کس طرح گزارے۔ اسے چھالیہ کترتی ہوئی بڑھیاں یاد آئیں۔ وقت گزاری کا اس سے اچھا طریقہ

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کیا ہوگا۔ وقت گزاری؟ لیکن وقت بھی تو ہر لمحہ انسانوں کو کتر رہا تھا۔ کھرب دس کھرب' نیل دس نیل' پدم' دس پدم' سنکھ' مہاسنکھ ۔۔۔۔۔۔۔جب وقت نے مہاسنکھوں آدمی کتر لیا ہوگا تب کیا کیا ہوگا؟ کیا الٹی گنتی شروع ہوئی ہوگی؟

وہ ہندسوں سے الجھ رہی تھی کہ ساڑی کا پلو سنبھالتی ہوئی مسز کاؤس جی لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ ''ابھی اٹھو اپن تم کو بیڈروم دکھا دے تمہارا۔''

''میرا بیڈروم؟'' برجیس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''ابھی تم کیا سمجھا ہے؟ صبو کو ایڈورٹائزمنٹ پرنٹ ہوئیں گا تو دس منٹ بعد تمہارا ریلیٹیو لوگ ادھر آ جائیں گا۔ ارے بابا ایک دو دن لگیں گا بتی تک تم کیا فٹ پاری میں بیٹھا رہیں گا؟ اپن تمہارے لیے کمرہ کلین کیا ہے۔ حلیمہ بائی تمہارا سوٹ کیس بھی ادھر لے گیا ہے۔ وہاں جا کر ابھی تھوڑا ریسٹ کرو۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے تک لے گئیں۔

روشن اور ہوادار کمرہ' بالکنی میں کھلنے والے دروازے پر ہوا سے اڑتے ہوئے ریشمی پردے۔ کونوں کھدروں میں بھرا ہوا دن کا کندن اجالا۔ ہر چیز آئینہ پھر بھی در و دیوار میں مہینوں کی قیدی ہوا کی بوسی ہوئی۔ ٹیک ووڈ کی سنگھار میز' چوڑی مسہری' چینی نقش و نگار کا ایک بڑا گلدان جس میں مور کے پروں پر ابھری ہوئی طاؤسی رنگ کی ان گنت آنکھیں برجیس کو دیکھتی ہوئی۔ مسہری کے سامنے دیوار پر شاہنامے کے کسی منظر کی رنگین تصویر فریم کی ہوئی' حاشیوں پر اشعار کی تحریر' بیژن کے عشق میں گرفتار اور اس کی تلاش میں نکلنے والی منیژہ کی دشت نوردی کا منظر۔

ابا میاں کو شاہنامے کے یہ ٹکڑے کس قدر محبوب تھے۔ چاندنی راتوں میں وہ برجیس کا ہاتھ تھامے گنگا کنارے ٹہل رہے ہیں' یہاں سے وہاں تک سینکڑوں سال پرانے پیڑوں کا سایہ ہے' خوشبو سے بھیگی ہوئی ہوا ہے۔ سیڑھیاں دریا میں اتر رہی ہیں وہ سرشاری میں گنگناتے جاتے ہیں۔ منیژہ منم دخت افراسیاب' برہنہ نہ دیدہ تنم آفتاب' کنوں دیدہ پر خون و دل پر ز درد' ازیں در بداں در و دور خسارہ زرد' برائے یکے بیژن شوربخت' فتادم ز تاج و فتادم ز تخت۔ برائے یکے بیژن شوربخت۔

اس لمحے برجیس پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ مینو کا بیڈروم ہے۔ اس کا نگاہیں تصویر پر جمی رہیں۔ مینو کی اپنی کہانی۔ درد سینے میں قیدی پرندے کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ اچانک اسے مسز کاؤس جی کی موجودگی کا احساس ہوا' وہ جلدی سے ان کی طرف مڑی' ہر چیز کس قدر خوبصورت ہے۔''

وہ اسے دیکھ کر ہنسیں ان کی ہنسی تھی کہ سسکی؟ ''اب تم ریسٹ کرو۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

انہوں نے کہا اور ہوا کے جھونکے کی طرح کمرے سے نکل گئیں۔ ماں کا عذاب دل کی زمین میں شاید باپ کی اذیت سے کئی میل زیادہ گہرائی میں اترا ہوا تھا۔ تب ہی ہنسی پر آنسوؤں کی نمی پھیل جاتی تھی۔

برجیس آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی مسہری پر جا بیٹھی۔ چند لمحوں تک وہ پیر لٹکائے بیٹھی رہی پھر اس نے چپل اتاری پیر اوپر اٹھائے اور دراز ہوگئی۔ پشت نے بستر کی نرمی اور گداز سے ملاقات کی اور چہرے نے نرم تکیے میں پناہ ڈھونڈی۔

اس شام کاؤس جی اور مسز کاؤس جی اسے سمندر کے کنارے لے گئے۔ برجیس نے زرد رنگ کی اینٹوں سے بنی ہوئی سیڑھیاں چڑھ کر اور زرد رنگ کی گمٹی کے نیچے کھڑے ہو کر لال بھبوکا سورج کی ٹکیہ کو بحیرہ عرب کے پانی میں بجھتے ہوئے دیکھا تو اسے بڑی بڑی انگیٹھیوں میں دہکتے ہوئے سرخ کوئلے یاد آئے جن پر پانی کا چھینٹا پڑتا تھا تو وہ چھن سے بجھ کر سرمئی راکھ میں بدل جاتے تھے۔ دل بجھتا ہے تو نہ دھواں اٹھتا ہے نہ اس کے بجھنے کی آواز آتی ہے۔ سورج بھی دل کی طرح دھوئیں کے اور آواز کے بغیر سمندر میں بجھ گیا۔

پرویز' ثریا اور اشرف چچا سب ہی یہاں آئے ہوں گے۔ کراچی میں رہتے ہوئے ان لوگوں کو اتنے دن ہو گئے' کم سے کم ایک بار تو ضرور ہی سمندر کی سیر کی ہوگی۔ پرویز کے پیروں کی دھول جانے ریت کے اربوں کھربوں ذروں کے درمیان کہاں ہے؟ پھر اپنے خیال پر برجیس کو خود ہی ہنسی آ گئی۔ یہ اس قدر دیوداسیوں اور پتی اور تابی ہوں والا خیال نہایت مضحکہ خیز تھا۔ مانا کہ ہمیں تم سے بہت محبت ہے لیکن تمہارا سانس کی طرح جاری ساری رہنا نہ کبھی مجھے محسوس ہوا اور نہ دوسروں کو نظر آیا ہوگا۔ لوگ تو بس میرے اور تمہارے تعلق کو ٹھیکرے کی مانگ سمجھتے رہے۔ ٹھیکرے کی مانگ' مائی فٹ۔ برجیس نے ایک گہری سانس لی۔

یار پرویز' تم اس قدر کانٹے کے دوست تھے۔ کانٹے کے دوستوں کو زندگی کے روزمرہ میں اس طور تو غرق نہیں ہونا چاہیے کہ دوستیاں' محبتیں' چاہتیں' لڑائیاں' ملاپ کچھ بھی یاد نہ رہے۔ وہ مسز کاؤس جی اور کاؤس جی کے پیچھے سر جھکائے ہوئے چلتی رہی اور پرویز کا خیال اس کے شانے پر سر رکھے اس کے بالوں سے کھیلتا ہوا' اس کے باوجود سے لپٹا ہوا ساتھ ساتھ چلتا رہا۔

برجیس دریاؤں کے دیس کی رہنے والی تھی۔ یہ گنگا ہے' یہ جمنا ہے' یہ سون کا چوڑا سینہ ہے' یہاں گومتی بہتی ہے' یہ گھاگھرا اور گنڈک ہیں۔ لاہور سے کراچی کے لیے چلی تو جغرافیہ میں جن دریاؤں کا نام پڑھا تھا انہیں بھی دیکھتی آئی' سمندر ان تمام دریاؤں سے قطعاً مختلف تھا۔ دریاؤں سے بس اس وقت ڈر لگتا ہے جب وہ بپھرے ہوئے ہوں' اپنے کناروں سے چھلکے پڑتے ہوں' بس تب ہی وہ لہریں مارتے ہوئے چلتے ہیں اور بستیوں کی بستیاں نگلتے چلے جاتے ہیں لیکن عام دنوں میں اتنی کومل سے بہتے ہیں کہ جی چاہتا ہے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ان کے سینے پر سر رکھ دو' ان سے لپٹ جاؤ لیکن سمندر تو ایک مسلسل ہیبت تھا۔ ایک بے پناہ بے کنار اور بے حساب ہیبت۔ بائیرن جس نے چائلڈ ہیرالڈز پلگرمج' میں کہا تھا' سمندر وہ آئینہ ہے جس میں خدا اپنی پیشانی کی شکن دیکھتا ہے۔ بائیرن اور دوسرے انگریز شاعروں نے سمندر کے بارے میں کس قدر کچھ لکھا تھا' انہیں پڑھتے ہوئے یہی محسوس ہوتا تھا جیسے اس سے پرانی شناسائی ہے لیکن اب جب وہ اسے دیکھ رہی تھی اور اس کی لہریں گن رہی تھی تو سمندر اسے کچھ غیر کچھ اجنبی سا لگا۔

کئی پارسی جوڑے نظر آئے' ٹہلتے ہوئے یا پتھریلی نشستوں پر خاموشی سے بیٹھے ہوئے۔ خلاء میں تکتے ہوئے سب چلتے پھرتے جیتے جاگتے ہوئے اور پھر بھی ٹاور آف سائنس میں رکھے ہوئے۔ مردار اور خور وقت کے پنکھان کی نسل پر پھیلے ہوئے۔

اس رات ان لوگوں نے سمندر سے واپسی پر کھانا کراچی جم خانہ میں کھایا کاؤس جی کا فلیٹ جم خانہ سے محض اتنی دور تھا کہ بالکنی سے پتھر پھینکا جائے تو جم خانہ تک جائے۔ کولونیل وضع کی سرخ کھپریل کی چھت والے جم خانہ میں انگریزوں کے بعد بھی ان کے آداب و رسوم کی پاسداری ہو رہی تھی۔ کلف لگی ہوئی سفید وردیوں والے بیرے دبے قدموں صاحبوں کے احکامات کی بجا آوری میں مصروف تھے اور دسہرے کی مورتیوں کی طرح سجی ہوئی بیگمات ''گوسپ'' کے ازلی اور ابدی فرائض انجام دے رہی تھیں۔ کئی بیگمات نے برجیس کو دیکھ کر بھویں اٹھائیں اور ایک دو نے تو اس کے بارے میں سوال بھی داغ دیا۔

''ڈاٹر آف اے ویری اولڈ اینڈ ڈیئر فرینڈ۔'' مسز کاؤس جی نے یہ کہہ کر مزید گفتگو کا در بند کیا اور نیپکن زانو پر ڈال کر سوپ پینے میں منہمک ہو گئیں۔ کھانا' زندگی کا اہم ترین کام۔

وقت' تاریخ کا نیپکن زانو پر بچھائے بیٹھا تھا۔ قوموں اور گروہوں کا سوپ پی رہا تھا۔ جغرافیہ کو اپنے تیز دانتوں سے بھنبھوڑ رہا تھا۔

دن نکلا لوہے کے بڑے کرچھے میں لوبان کے برادے پر آرام کرتی ہوئی آگ سہارے کمرے میں پھری۔ مسز کاؤس جی کی نسلوں کی ملکہ' صندل اور دیودار کی لکڑیوں' خوشبوؤں اور جانوروں کی چربی کے نذرانے قبول کرتی ہوئی۔ مقدس سورج سے جڑی ہوئی۔ سچائی اور نور کی علامت۔ مجرموں اور معصوموں کو اپنی طرف بلاتی ہوئی۔ آؤ اور مجھ میں سے گزر جاؤ۔ گناہ گار و سزا کو پہنچو اور بے گناہو سلامت اترو۔ آگ ساتویں تخلیق جو اپنے سے پہلے کی چھ تخلیقات میں سرایت کر گئی تھی۔ اور انسان تھا جو سفید اور درخشاں آگ سے بنا تھا۔ اسی آگ نے غاروں کے باہر غراتے ہوئے برفانی طوفانوں اور خونخواروں کے جبڑوں سے خانہ بدوش آریاؤں کی حفاظت کی تھی اور اب آریاؤں کی مٹتی ہوئی ایک شاخ اس کی محافظ تھی۔ آتشکدہ نو بہار بجھایا جا چکا تھا اور یہ مرتی ہوئی آریہ نسل

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

مجوسیوں کے ہاتھ تھے جو بجھتی ہوئی مقدس آگ کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ آریاؤں کا سفر۔ آگ کے دائیرے۔

''ہم نے انسانوں کو ہی نہیں کتابوں کو بھی ہندو اور مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ حیات فریادؔ اور کاشف الحقائق' داور علی خان کی ہیں ..... کبیر بانی' اور وولگا سے گنگا' روشن رائے شتاب کی۔ کبیر کو ہم نے حقیر جانا' راہل سنکرا تائین کی ہم نے قدر نہیں کی اور اتنے بڑے ناول کو کتابوں کے قبرستان میں دن کر دیا۔'' ابا میاں اداسی سے کہتے۔

سگریٹ کے پیکٹ سے بنے ہوئے چھلے میں لپٹا ہوا اخبار تیر کی طرح سنسناتا ہوا آیا اور گیلری میں گرا۔ برجیس اخبار والے کے نشانے کی داد دیتی ہوئی اور اخبار کھولتی ہوئی پلٹی تو لوبان کا دھواں اس کی ناک پر چڑھ گیا۔ اسے اپنی طرف کے فقیر یاد آئے جو ایک ہاتھ سے توبنے میں اکنی اور ادھنا اچھالتے ہوئے آتے دوسرے ہاتھ میں لوہے کا کرچھا ہوتا جس میں بھوبل پر لوبان کا برادہ ہولے ہولے سلگتا۔ دکان دکان لوبان کی دھونی دیتے ہوئے تونبے کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ چلتے چلے جو دے اس کا بھلا جو نہ دے اس کا بھی۔

اس نے ''ڈان۔'' کھولا۔ پچھلے صفحے پر وہ اشتہار چھپا تھا جو کاؤس جی نے دیا تھا۔ دن بھر اس کے کان فون کی گھنٹی پر لگے رہے' شام ہوئی اور کاؤس جی آئے تو اپنے ساتھ ''جنگ'' بھی لیتے آئے۔ اشتہار اس میں بھی نمایاں تھا۔

برجیس رات کو اپنے بستر پر لیٹی تو دل بوجھل تھا۔ اشرف چچا ان لوگوں میں سے تھے جو اخبار میں چھپے ہوئے ایک ایک حرف کو پڑھنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

ابا میاں اکثر ان کی اس عادت کا مذاق اڑاتے۔ ''فرشتوں سے نامہ اعمال پڑھنے میں بھول چوک ہو سکتی ہے لیکن اخبار میں چھپا ہوا کوئی حرف اشرف کی نظر سے نہیں چھوٹ سکتا۔'' تو پھر اتنا بڑا اشتہار ان کی نظر سے کیسے رہ گیا تھا؟

دوسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا۔ ہو سکتا ہے اشرف چچا کے یہاں دونوں اخبار آتے ہی نہ ہوں۔ لیکن ان کے علاوہ دوسرے رشتہ دار بھی تو کراچی میں ہیں' کیا کسی بھی گھر میں اخبار نہیں آتا ہے؟ کیا وطن چھوڑنے کے ساتھ ہی اخبار پڑھنا بھی چھوڑ دیا جاتا ہے؟ ابا میاں کا نہ ہونا ہر شخص سے رشتے کے مفہوم اور معنویت کو بدل چکا تھا۔ صاحب حیثیت باپ کی رخصت کے بعد بیٹیوں سے تمام رشتے آسمان پر اٹھا لیے جاتے ہیں۔

تیسرا دن بھی یوں ہی گزر گیا۔ کاؤس جی گھر آئے۔ چائے کا اہتمام ہوا۔ برجیس ایک اجنبی شہر میں دو اجنبی انسانوں کے سامنے بیٹھی رہی۔ پیالی سے شرمندگی کے گھونٹ بھرتی ہوئی' کسی کو مطلوب نہ ہونے کے احساس کا سینڈوچ کھاتی ہوئی۔ گیلری کو کھلنے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

والے دروازے پر پڑے ہوئے پردے اڑ رہے تھے اور ان سے گہری شام جھانک رہی تھی۔ جاگی ہوئی سڑک کی آوازیں اس تک آ رہی تھیں۔ یوں تو سب آشنا آوازیں تھیں لیکن ان سے رشتہ کہاں تھا؟"

دروازے کی گھنٹی بجی۔ برجیس نے ان پانچ دنوں میں اکا دکا لوگوں کو ہی یہاں آتے دیکھا تھا۔ چند بوڑھے پارسی' جھکے ہوئے' ٹیڑھی انگلیاں' چہرے پر موت کا رنگ۔ ان لوگوں سے کاؤس جی اور ان کی بیوی گجراتی بولتے اور کھیم چھے سوچھے' کی آوازیں کانوں میں پڑتی رہتیں۔

کاؤس جی نے "ڈان" تہہ کر کے رکھا اور اٹھ گئے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی پھر ایک زوردار اجنبی قہقہہ گونج اٹھا۔

مسز کاؤس جی کے کان دروازے کی طرف ہی لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک گہری سانس لے کر برجیس کی طرف دیکھا۔

"آ گیا اپنا ناٹک پھاٹک والا۔ ابھی ڈائیلاگ بولیں گا۔ کورس سنائیں گا۔ کاؤس جی اور یہ ایک جماعت میں پڑھتا تھا۔ بڑے باپ کا بیٹا تھا پھر اس کو تھیٹر ہو گیا۔ یہ منڈوے میں ناچنا گانا مانگتا چھوکری لوگ کے ساتھ آنکھ لڑانا مانگتا۔ اس کا فادر اتا بڑا بیرڈاس کا۔ وہ بولا ہمارا ناک کٹ گیا۔ اس کو گھر سے نکال دیا۔ یہ بومبے گیا۔ کیل کٹا گیا۔ ڈلی گیا۔ ادھر رنگون تک گیا۔ بہوت فینس اسٹار تھا۔ ابھی بڈھا ہو گیا۔"

دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز آئی۔ برجیس جو توجہ سے ان کی بات سن رہی تھی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں ذرا چائے کے برتن رکھ آؤں۔ اس نے کہا اور وہ ٹرے اٹھا کر لاؤنج سے نکل گئی۔ سنک میں برتن رکھتے ہوئے اسے مہمان کے لیے چائے دم کرنے کا خیال آیا۔ وہ ابھی کیتلی میں پانی بھر کر چولہے پر رکھ رہی تھی کہ مسز کاؤس جی آ گئیں۔

"ارے برجیش اس کے لیے چائے بنانا بالکل بیکار۔ شام ڈھلے آسمان تلے' یہ بس دارو پیتا ہے۔ ابھی بھی یہ دو گھونٹ گا کے آیا ہوں گا۔ بوتل اس کی جیب میں ہوں گا۔ کاؤس جی سے ڈرتا ہے اسی کارن گلاس نئیں مانگیں گا۔ ہر دس منٹ پر باتھ روم جائیں گا چسکی لگائیں اور شور مچائیں گا۔" بھابی ارے میری پیاری بھابی۔ تیرا نمک نئیں کھایا بہوت دن سے۔" وہ اپنے مہمان کی نقل اتارتے ہوئے شیشے کی شفاف برنیوں سے نمکین کاجو اور بھنے ہوئے بادام نکالنے لگیں۔ "ابھی اس کا نئیں سبی تھیٹر والا لوگ کا چپاتی بن جاتا ہے۔ جب یہ فینس ہوتا ہے تو آسمان پر اڑتا ہے پرواں سے گرتا ہے تو نالی میں ملتا ہے۔ ابھی یہ نئیں ہوں گا تو کیاں ہوں گا؟ سارا فار چون دارو کی دکان کو بائی جی کے پاندان کو گیا۔ کھولی میں رہتا ہے نیپئر روڈ پر' کبھی جی میں آتا ہے ایدر چلا آتا ہے۔ سامنے ہنساتا ہے پیچھے رلاتا ہے۔ آ ھور مزا دسب کو اپنی مہربانی میں رکھے۔" انہوں نے کان کی لوؤں کو ہاتھ لگائے اور طشتریاں ٹرے میں

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

رکھنے لگیں۔

''آنٹی میں اپنے کمرے میں جاؤں؟'' برجیس نے پوچھا۔

''ارے بابا تم کمرے میں کیا کریں گا؟ نیلی چھتری والا سے گوسپ کریں گا؟ اس کو شیئر مارکیٹ کا ریٹ سنائیں گا؟ کیسے الٹے مغز کا چھوکری ہے۔ ابھی آدمی کا بچہ بن جاؤ برجیس۔ اپن کے ساتھ بیٹھ کر اس کی ڈائیلاگ ڈلیوری سنو۔ ایسا آدمی ابھی دیکھنے سننے کو کیدری نئیں ملتا۔''

برجیس نے ٹرے ان کے ہاتھ سے لے لی۔

ڈرائنگ روم میں کل کا ہیرو بیٹھا تھا۔ بمبئی سے برما تک لوگوں کا دل لوٹ لینے والا۔ اٹنگے اور گھسے ہوئے سوٹ میں ٹھٹھرا ہوا ڈھانچہ۔ پچکے ہوئے کلے' جھلسا ہوا رنگ' بجھی ہوئی آنکھیں۔ ایک مردہ تھا جو زندگی کو یاد کر رہا تھا۔

''میں جب بامبے میں تھا۔ میں جب کلکتہ میں تھا۔ اسی کراچی میں جب میں نے ''حسن فرنگ'' میں پارٹ کیا۔ میں ہیرو اور وہ سالا حلوائی کا بیٹا پنڈت نرائن پرشاد بیتاب دہلوی۔ نخرے دکھاتا تھا مجھے۔ حلوا گھوٹنے والا' شیرے کا تار دیکھنے والا' نیلو الفریڈ کمپنی کا پلے رائٹر..... تھو..... نیلی چھتری والے کی شان نرلی ہے ''رائیل کارونیشن'' میں کھیلا گیا تھا ''حسن فرنگ'' میں پیرس کا شہزادہ چیمبر بنا' اب تو نہ وہ کراچی رہا' نہ ''رائیل کارونیشن'' کا نشان ہے۔ تھیٹر کی دنیا لٹ گئی' بائیسکوپ کے ہاتھوں ہوا ہی بدل گئی۔'' زندگی کو یاد کرتے ہوئے مردہ تھک گیا تو نمکین کا جوار بھنے ہوئے باداموں کی طرف متوجہ ہوا۔

کائنات کے ڈرائنگ روم میں آرام کرتے ہوئے وقت کے سامنے چاکلیٹ ہیرو تھے' نمکین ہیروئنیں تھیں۔ وہ انہیں چکھ رہا تھا' چبا رہا تھا۔ اپنے زمانے کی کامیاب عورتیں اور مرد..... وقت کا من بھاتا کھاجا۔

برجیس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ معذرت کر کے وہاں سے اٹھی اور بالکنی میں رکھی ہوئی راکنگ چیئر پر جا بیٹھی۔ نجو چچا اب جانے کہاں ہوں گے۔ ہر طرف سے ان کا چہرہ امڈا چلا آتا تھا۔ انہیں بھی تو چھوٹی امی نے گھر سے بے گھر اور دربدر کر دیا تھا۔ ابا میاں کے رشتے کے بھائی پہلے بائیسکوپ دیکھنے کا شوق ہوا پھر بمبئی جا کر ہیرو بننے کا' وہاں سے اسی وقت واپس آئے جب ٹھوکریں کھاتے کھاتے ٹی بی ہو گئی اور روٹیوں کے لالے پڑ گئے۔ چچا نجم الہدیٰ جو گھر میں نجو کہلاتے اور جن کی بھاوجیں انہیں نجو نچلا' نجو بھنڈیلا' کہتیں۔ بڑے بھائیوں نے انہیں اس گھر میں قدم ہی نہیں رکھنے دیا جس میں باپ ان کے غم میں خون تھوکتے ہوئے مر گئے اور ماں دوانی ہو گئیں۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

نجو چچا گھر سے نکالے گئے تو ابا میاں کے پاس فریاد لے کر آئے۔ ابا میاں کے لیے انہیں ان کی آبائی گھر میں آباد کرانا ممکن نہ تھا۔ انہوں نے گھر کے پچھواڑے باڑی کے ساتھ ایک کمرہ بنوا دیا۔ نجو چچا برسوں سے اس میں رہتے تھے۔ ان کی ماں جو دوانی دادی کہلاتیں' کبھی ان کی ذہنی رو درست ہوتی تو ملیدہ بنا کر رکابی آنچل سے چھپا کر لے آتیں۔ انہیں نوالے بنا بنا کر کھلاتی جاتیں' اور گنگناتی جاتیں میا پیاری آئی ہے' ملیدہ لے کے آئی ہے' آئی ہے بھئی آئی ہے۔ نجو چچا کرتے کے دامن سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے اور ملیدہ کھاتے جاتے۔

پٹنہ میں جس روز بھی کوئی نئی فلم ریلیز ہوتی اس سے ایک دن پہلے وہ صاف ستھرا جوڑا پہن کر مسکین صورت بنا کر ابا میاں کے سامنے جا کھڑے ہوتے ''اشد ضرورت آن پڑی ہے بھیا۔'' ابا میاں کچھ کہے یا پوچھے بغیر کرتے کی جیب سے کچھ روپے نکال کر ان کی طرف بڑھاتے جسے وہ اس پھرتی سے اپنی مٹھی میں دباتے جیسے ابا میاں کے ہاتھ میں دبے ہوئے نوٹ لقا کبوتر ہوں کہ پلک جھپکتے ہی اڑان بھریں گے۔

برجیس جھولا کرسی میں جھولتی رہی اور نجو چچا اس کے آس پاس پھرتے رہے۔ ابا میاں ایک رات کے لیے بھی پٹنہ چھوڑتے تو وہ رات نجو چچا کے لیے شب برات ہوتی۔ اس روز وہ تاڑی پی کر آتے اور ان کی گلا بازی اپنے عروج پر ہوتی۔ آہیں نہ بھریں شکوے نہ کیے کچھ بھی نہ زبان سے کام لیا' ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا' ارے ہاں کچھ بھی نہ زبان سے کام لیا' اجی کچھ نہ زبان سے کام لیا۔ ان کی آواز باڑی کے حاشیے پر بنے ہوئے کمرے سے اڑتی تو چھوٹی امی کے کانوں تک پہنچ کر دم لیتی اور پھر چھوٹی امی کے طعنے الاہنے برجیس سنتی۔

ناٹک والا پھاٹک والا..... نجو چچا..... یا ایسے ہی ناکام و نامراد دوسرے ہزاروں افراد' نامور اور گمنام قومیں' گروہ .....اس لیے تھے اس لیے ہیں اور اس لیے رہیں گے کہ دنیا کے رنگ منچ پر اپنا اپنا تماشہ دکھائیں اور چلے جائیں۔ کاؤس جی اور مسز کاؤس جی اور ان کے ہم قوم جو آج ایک مرتی ہوئی نسل سے ہیں کل ان کا کیا کروفر تھا۔ ان کے نگڑ دادا اور سگڑ دادیاں منتخب روزگار..... یہ ان ہی کا کیڑ دتھا جس کے بحری جہازوں کو طوفان نے ڈبو دیا تھا تو اس نے سمندر کو درے مارے تھے' زنجیریں پہنائی تھیں' قید کیا تھا لیکن جب وقت نے ان کی طرف سے پیٹھ پھیری تو دراز داڑھیوں والے اونٹنی کا دودھ پینے اور سوسمار کھانے والے عرب گھوڑے دوڑاتے تلواریں لہراتے ان پر ٹوٹ پڑے' ان کے آتش کدے بجھائے گئے ان کی کتابیں جلائی گئیں۔ ان کے بزرگوں میں سے بے شمار قتل ہوئے اور بے شمار نے موت کے سائے میں اپنے مذہب سے کنارہ کیا۔ بچ رہنے والوں میں سے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

مٹھی بھر وہ بھی تھے جنہوں نے ہندوستان دارالامان کا رخ کیا۔ تو پرویز تم کہ جس کا نام ان آتش پرستوں کے ایک بادشاہ کے نام پر رکھا گیا' تم نے اور تم ایسے' مجھ ایسے لاکھوں لوگوں نے اپنے کروڑوں لوگوں سے ناتا توڑ کر نئے دارالامان کی طرف کوچ کیوں کیا؟ آخر کیوں؟ وقت نے ہماری طرف سے پیٹھ نہیں کی تھی تو پھر ہم نے کیوں وقت کی طرف سے منہ پھیر لیا؟

وہ اتوار تھا' چھٹی کا دن۔ گیارہ بجے کے قریب فون کی گھنٹی بجی تو برجیس کے دل کی دھڑکن میں قطعاً اضافہ نہیں ہوا۔ گزشتہ چند دنوں میں جتنی گھنٹیاں بجی تھیں ان میں سے کوئی بھی اس کے نام کی نہ تھی۔ وہ باورچی خانے میں چینی کے سفید باؤل پر جھکی ہوئی انڈے پھینٹتی رہی۔ مسز کاؤس جی پڈنگ بنانے کے موڈ میں تھیں۔

کاؤس جی نے اسے آواز دی۔ فون اس کے لیے تھا۔ زمین و آسمان دونوں گردش میں تھے۔ پرویز..... آسمان نے چک پھیری لیتے ہوئے کہا پرویز گھومتی ہوئی زمین سے آواز آئی۔ وہ لاؤنج میں رکھے ہوئے ٹیلی فون تک پہنچی تو کاؤس جی ریسیور اس کے ہاتھ میں تھما کر چلے گئے۔

''برجیس بیٹا بولے ہیں؟'' ایک دبی جھجکی مردانہ آواز آئی۔ یہ اشرف چچا یا پرویز کی آواز تو نہ تھی۔

''ہم حسنات احمد ہیں۔'' آواز آئی ''سبزی باغ والے حسنو۔''

برجیس کے ذہن میں پہچان کا کوندا لپکا۔ ابا میاں کے دور پرے کے بھائی۔

وہ تو شروع ہی میں کراچی آ گئے تھے۔ ''جی حسنو چچا۔ کیسے ہیں آپ؟ چچی کیسی ہیں؟'' اس نے سنبھل کر کہا۔ انسانوں کے اس بے کراں سمندر میں حسنو چچا اس وقت ایک تنکا تھے اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔

''تمہارا اشتہار کئی دن پہلے پڑھ لیا تھا۔ آج جب تمری چچی کو ہم بتائے لگے تو اوہمیں بہت ڈانٹن۔ ہم سوچے رہے' تم ہمیں کاہے کے لیے پہچانو گی۔''

حسنو چچا کی آواز میں برسوں پرانی مفلسی کی اداسی اور بے اعتباری تھی۔

برجیس ان کے اس جملے پر کٹ گئی ''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ' کیوں نہ پہچانتی میں آپ کو۔

حسنو چچا کو حیرت اس بات پر تھی کہ اشتہار دینے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ اشرف بھیا شہر میں ہیں۔ برجیس ان کو بہ مشکل یہ سمجھا سکی کہ انہوں نے گھر بدل دیا ہے اور نیا پتا اسے معلوم نہیں۔

''ہم ان کا گھر نہیں جانت ہیں۔ کبھی کسی شادی بیاہ میں ملاقات ہو جاوے ہے ہم تمری چچی سے کہیں گے او بہت رشتہ داروں کو

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

جانت ہیں۔ ہم تمرے کو اسی ایرانی کے ہوٹل سے پھر فون کر کے بتاویں گے۔" حسنو چچا نے برجیس کو پوری بات سنے بغیر فون رکھ دیا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد حسنو چچا کا فون دوبارہ آیا۔ وہ اور زبین چچی اس سے ملنے کے لیے آنا چاہتے تھے۔ برجیس نے ریسیور کاؤس جی کو دیا وہ حسنو چچا کو اپنے فلیٹ کا محل وقوع سمجھاتے رہے۔

سوا چار بجے کے قریب کال بیل بجی۔ دروازہ برجیس نے کھولا۔ سامنے کالے برقعے میں لپٹی لپٹائی' چھوٹے سے قد کی دبلی پتلی زیب النساء چچی کھڑی تھیں' زبین چچی۔ آنکھوں میں دنبالے دار سرمہ' ہونٹوں پر پان کا لاکھا' گہرے سانولے رنگ کے چہرے پر کسی سستی کولڈ کریم کی چکنائی۔ ان برسوں میں چہرے کی کرختگی اور دنیاداری میں اضافہ ہی ہوا تھا۔

برجیس کو اس کا موقع ہی نہ مل سکا کہ وہ حسنو چچا کی طرف نظر بھر کر دیکھ سکتی۔ زبین چچی نے چیل کی سی تیز چیخ ماری اور اس کے گلے سے لٹک کر چھکوں پھکوں رونے لگیں۔ حواس باختہ برجیس کی سمجھ میں یہ بات ذرا دیر سے آئی کہ یہ دراصل ابا میاں کی تعزیت ہو رہی ہے۔

ڈرائنگ روم میں پہنچتے ہی زبین چچی نے اس پر سوالوں کی بوچھار کر دی۔ اشرف چچا کا پتا انہیں بھی معلوم نہ تھا "ارے بیٹا ڈھونڈے سے تو اللہ میاں ملت ہیں' اشرف بھیا کیسے نہ ملیہیں۔ اب جتے دن انہیں ملت ہیں تو ہمرے ہیاں رہو۔ آخر کو قیامت کے دن تمرے ابا کو منہ دکھانا ہے۔ کہاں کو ہے تمرا بکس بستر؟"

برجیس کا دل ڈوب گیا اس کے گمان میں بھی نہ تھا کہ اشتہار کا یہ نتیجہ نکلے گا' لیکن زبین چچی کے گھر جائے بغیر وہ اشرف چچا کا' پرویز اور ثریا کا کھوج کیسے لگاتی۔

"سامان بعد میں آتا رہے گا چچی' میں آپ لوگوں کے ساتھ چلتی ہوں بس ذرا دو جوڑے رکھ لوں اور انکل آنٹی سے اجازت لے لوں۔" اس نے درمیان کا راستہ نکالا۔

مسٹر اور مسز کاؤس جی لاؤنج میں تھے۔ کاؤس انکل' بانو آنٹی۔ یہ لوگ میرے دور پرے کے رشتہ دار ہیں لیکن ان کے ذریعے میں اپنے چچا کو ڈھونڈ سکتی ہوں۔ پھر یہ آئے بھی ہیں مجھے ساتھ لے جانے۔" اس نے دونوں سے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تم مجھے ان کا پتا لکھوا دو۔" کاؤس جی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

برجیس ایئر بیگ لے کر کمرے سے نکلی تو مسز کاؤس جی مخمل کی سرخ تھیلی لیے کھڑی تھیں "برجیس۔ تمہارا جوئیلری۔"

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''بانو آنٹی۔ اسے میں کہاں کہاں لیے پھروں گی۔ آپ کے پاس حفاظت سے رہے گی۔'' برجیس نے ان سے لپٹ کر ان کے دونوں رخسار چومے اور کاؤس جی کے سامنے جھک گئی۔ ابا میاں کے ہاتھ نے لمحے بھر کے لیے اس کے بال چھوئے اور رخصت کیا۔

ہوا کے ساتھ بہتی ہوئی دھند اس کے چاروں طرف تھی۔ اس دھند میں چہرے تھے' آوازیں تھیں۔ منظر تھے۔ کسی کی آواز ہرے بھرے جنگلوں سے اور چھلکتے ہوئے دریاؤں سے ہوتی ہوئی اس تک آئی۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ دھند نہیں تھی' چہرے اور منظر نہیں تھے۔ اس نے بدن سے لپٹی ہوئی چادر الگ کی' ہر چیز اوس سے بھیگی ہوئی تھی۔ اداس چاند کی دھندلائی ہوئی روشنی اس چھوٹے سے آنگن سے رخصت ہو رہی تھی۔

برابر کے پلنگ پر سوتی ہوئی شمع نے کروٹ بدلی۔ گھر کے کچھ لوگ برآمدے میں سو رہے تھے' کچھ کمرے میں۔ برجیس برآمدے میں رکھی ہوئی گھڑونچی تک گئی اور ایک کٹورا پانی پی کر پلٹ آئی۔

پٹنہ سٹی سے ٹرین جب روانہ ہوئی تھی تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ وہ ایک ایسے سفر پر روانہ ہو رہی ہے جس میں منزل پر پہنچ کر بھی وہ منزل پر نہیں پہنچے گی۔ کاؤس جی کے گھر سے وہ اس آس پر حسنو چچا کے یہاں چلی آئی تھی کہ وہاں پہنچ کر اشرف چچا کو ڈھونڈنا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوگا لیکن اسے یہاں آئے ہوئے پانچواں دن تھا اور جب بھی وہ اشرف چچا کے بارے میں دوسرے رشتہ داروں سے پوچھتا تو اچھی کی بات کرتی زبین چچی فوراً آنکھوں پر پلو رکھ کر بیٹھ جاتیں ''ارے بیٹا ہم غریبوں پر تم ایسی بھی بھاری نہیں' چار دن ہمرے یہاں بھی رہ لو۔''

اس کا منہ کڑواہٹ سے بھر گیا۔ قمر بھائی کی خاطر داریاں گھنٹہ گھڑی کے حساب سے بڑھ رہی تھیں۔ ذومعنی جملے' بات بے بات مہربانیاں۔ حسنو چچا کا گھر میں ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ وہ منہ اندھیرے کام پر نکل جاتے۔ چھوٹا بیٹا اقبال گورنمنٹ اسکول میں پڑھ رہا تھا لیکن اس کی اصل دلچسپی کھیل اور کھانے سے تھی۔ بس ایک شمع تھی جس کی معصومیت اور بے ساختگی پر زبین چچی کی دنیا داری اور خود غرضی کا سایہ نہیں پڑا تھا۔ آٹھ جماعتیں پڑھانے کے بعد اسے اسکول سے اٹھا لیا گیا تھا۔ ان چند دنوں میں شمع اس سے کئی مرتبہ چپکے چپکے کہہ چکی تھی ''اللہ برجیس باجی' آپ ہمیں اماں سے اسکول جانے کی اجازت دلوا دیں۔

برجیس نے اس کی یہ بات سن کر اسے غور سے دیکھا تھا۔ زبین چچی اسے ہر وقت باورچی خانے میں لگائے رکھتیں۔ ملگجے کپڑے' برتن دھوتے دھوتے اس کے ناخنوں کے کناروں پر راکھ کی تحریر ابھر آئی تھی۔ ہاتھ پھٹے ہوئے۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ناشتے کے بعد قمر بھائی جب دفتر چلے گئے اور شمع کو باورچی خانے کے کاموں سے فرصت ملی تو برجیس نے چچی سے کہا "میں شمع کو لے کر ذرا ڈاک خانے تک جا رہی ہوں۔"

"اے لو اب بیٹھے بٹھائے تمہیں ای کا سوجھا؟" زبین چچی نے چاول بینتے بینتے سوپ ایک طرف رکھ کر اسے دیکھا۔

"جب سے یہاں آئی ہوں' کسی کو خط نہیں لکھا' سوچ رہی ہوں دو چار لفافے لے آؤں۔"

چچی کا کہنا تھا کہ اقبال اسکول سے آئے گا تو لفافے لا دے گا لیکن برجیس نے ان کی یہ نہ سنی۔ شمع بھی جلدی سے برقع ڈال کر آ گئی اور ماں کی گھورتی ہوئی آنکھوں کو نظر انداز کرتی ہوئی برجیس کے ساتھ چل پڑی۔

وہ دونوں میدان عبور کر کے جمشید روڈ پر آ گئیں۔ سڑک پر بسوں کا سائیکل رکشوں اور گاڑیوں کا شور تھا۔ سڑک کے دوسری جانب شاندار کوٹھیاں تھیں۔ ان کے مکین ہندوستان جا چکے تھے اور ہندوستان سے آنے والے ان کوٹھیوں میں آباد تھے۔ تیز دھوپ میں ان گھروں کی کھڑکیوں اور روشن دانوں پر لگے ہوئے رنگین شیشے چمک رہے تھے۔ گھر میں گول کمرے کی کھڑکیاں اور روشن دان بھی ایسے ہی تھے۔ دھوپ ان شیشوں سے چھن کر جب سفید براق چاندنی پر پڑتی تو چاندی کی سفیدی بھی ان رنگوں میں رنگ جاتی۔ دوپہر میں وہ اکثر ریاض گول کمرے میں کرتی۔ سبز' نیلگوں اور سرخ دھوپ' چاندنی پر آہستہ آہستہ سفر کرتی اور اس کے گلے سے نکلنے والے کومل اور تیور سر کمرے میں گونجتے۔ رنگین دھوپ' سفید چاندنی' کومل اور تیور سر۔

اسی ہی کوٹھی نرملا کی بھی تھی۔ کالج کے ڈراما فیسٹول کے لیے انہوں نے ہفتوں نرملا کے یہاں ریہرسل کی تھی۔ گول کمرے میں چاندنی کا فرش' اس پر لڑکیاں طرح طرح کے سوانگ بھرے ادھر سے ادھر آتی جاتی رہتیں۔ نیلی' پیلی' اودی' کاسنی اور ہری دھوپ ان کے پیروں تلے روندی جاتی۔ "بلوا منگل" میں وہ چنتا' بنی تھی۔ وہ اپنی کومل آواز میں سر اٹھاتی۔ "وہ کرشن پیارا' وہ بنسی والا' دوارکا دیس کا دلارا' وہ بھگتی بھرتا' وہ پاپ ہرتا' وہ جس نے ڈوبے ہوئے کو مارا وہ جگت بندن' وہ نندنندن' وہ بھے نکندن' وہ ہے نرنجن' وہی ہے دھیرج' وہی سہارا' میں اس کی پیاری' وہ میرا پیارا۔"

فیسٹول کا ہر ڈرامہ پرویز نے دیکھا تھا اور "بلوا منگل" میں تو وہ سب سے آگے بیٹھا تھا۔ تیسرے ایکٹ کے تیسرے پردے میں جب اس نے تان اڑائی تھی "نہ اچھا اونچے محلوں کی' نہ چاندی اور سونے کی' نہ اچھے بستروں کی اور نہ مخمل کے بچھونے کی' بس اتنا چاہیے سیدھی میری تقدیر ہو جائے' دیا کی ایک نظر کیجئے کہ خاک اکسیر ہو جائے" تو سامنے بیٹھے ہوئے پرویز نے اسے ہنسانے کی کتنی کوششیں نہیں کی تھیں اور بعد میں اس کا کس قدر مذاق نہیں اڑایا تھا "ارے بھئی ہم سے کہتیں کہ تم پر دیا کی اک نظر کریں۔ اس

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

قدر ڈراما بولنے کی کیا ضرورت تھی؟''

کسی نے اس کا شانہ ہلایا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ ''کیا سوتے میں چل رہی ہیں برجیس باجی؟'' شمع برقعے کا نقاب الٹے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

''نہیں تو۔'' جھینپی ہوئی ہنستے ہوئے اس نے کہا۔ وہ دونوں ڈاک خانے کے سامنے کھڑی تھیں۔

اس روز رات کے کھانے سے نمٹ کر وہ آنگن میں بیٹھی ہوئی شمع سے باتیں کر رہی تھیں۔ ڈاک خانے سے واپسی میں شمع اسے اپنا اسکول دکھانا چاہتی تھی جسے چھوڑنے کا اسے بے حد ملال تھا لیکن برجیس نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ایک دو دن میں جب وہ خط پوسٹ کرنے آئے گی تب اس کے اسکول بھی چلے گی اور اس کی استانیوں سے بھی ملے گی۔ اس وقت بھی شمع اسکول میں گزارے ہوئے دنوں کی باتیں اسے سنا رہی تھی کہ حسنو چچا اور زین چچی بھی وہیں آ گئے۔

''شمع تو ذرا کمرے میں جا۔'' زین چچی نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ شمع جھجکتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''خیریت تو ہے چچی؟'' برجیس کا دل زور سے دھڑکا۔

''ہاں' بیٹا بالکل خیریت ہے۔ ہم دونوں جنے کئی دن سے بات کرنے کو چاہت تھے۔ آج تمرے چچا ایک جاننے والے سے پوچھت رہیں تو او کہن کہ سوچ بچار میں تو بہت نقصان ہو جاوے گا۔'' زین چچی نے بات شروع کی۔

''میں سمجھی نہیں؟ کیسا نقصان؟'' برجیس نے حیرت سے دونوں کو دیکھا۔

''بیٹا ای بتاؤ تم کاغذ پترا اپنے ساتھ لائی ہو کہ نہیں؟'' حسنو چچا نے زبان کھولی۔

''کیسے کاغذ اب چچا؟''

''ارے وہی جائیداد کی لکھا پڑھی۔'' حسنو چچا کے کچھ کہنے سے پہلے ہی زین چچی بول اٹھیں

''کون سی جائیداد؟''

''تمرے ابا کی جائیداد۔''

''لیکن اس کے کاغذ اب سے میرا کیا تعلق؟''

''لو اور سنو۔ تمرا نہیں ہے تو اور کیہہ کا ہے؟''

''تمری چچی کو تو بیچ میں بولنے کی عادت ہے'' حسنو چچا نے بات سنبھالی ''ہیاں سب لوگ اپنی اپنی زمین' مکان کا دعویٰ کئے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ہیں۔ ہمرے ایک دوست ہیں اوکالت کریں ہیں۔ ہم جب ان سے تمرے بارے میں بتیایا تو او کہت لگے' کاغذ پتر لے آؤ تو چار چھ مہینے میں ہیاں کلیم مل جاوے گا۔''

برجیس کی نگاہوں سے پردے اٹھ رہے تھے''میں کوئی کاغذ پتر نہیں لائی چچا۔'' اسے اپنی آواز کنویں میں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''کمال کرت ہو بیٹا۔ اتی دور سے تم ایسے ہی خالی ہاتھ جھلاتی چلی آئیں؟'' زمین چچی کا لہجہ تیکھا تھا۔

''چچی اول تو جب ابا میاں نہیں رہے تو پھر ان چیزوں کی کیا حیثیت ہے۔ دوسرے ندرت' بھیا' چھوٹی امی سب وہاں ہیں جو چیزیں ان کی ہیں' میں ان کا دعویٰ یہاں کیسے دائیر کر سکتی ہوں۔''

''تمرے دماغ کی کوئی کل خراب ہے بیٹا۔ ہیاں ساری دنیا کلیم لیوے ہے تم جانے کا کہت ہو۔'' زمین چچی نے بھنا کر کہا۔

''چچی میں تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ میں نہ کسی جائیداد کے کاغذات لائی ہوں۔ نہ میرا کلیم کا ارادہ ہے۔ اشرف چچا مل جائیں اور ذہن یکسو ہو جائے تو میں کسی کالج میں ملازمت کر لوں گی۔ میں زندگی دوسروں کے سر گزارنے کی قائل نہیں۔''

''لیکن امی بتاؤ کہ باپ دادا کی جائیداد کا کلیموا کس قرآن حدیث میں منع آیا ہے'' زمین چچی نے اپنے حسابوں سب سے بڑی دلیل دی۔

''آیا ہو یا نہ آیا ہو چچی' اس مسئلے پر مجھ سے گفتگو ہی بیکار ہے۔''

برجیس نے حتمی انداز میں کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی'' مجھے نیند آ رہی ہے چچا' اور کوئی بات تو نہیں پوچھنی مجھ سے؟''

''نہیں بیٹا اور کو پوچھیں گے۔ تمرے باوا کو چہیے تھا بالسٹری پڑھواتے تمرے کو۔ بات کرے میں تم وکیل لوگن کا کان کاٹت ہو۔ تم سے بھلا کو جیتے گا۔ ہمرا جو فرض تھا او ہم دونوں پورا کیا۔ اب تم جانو' تمرا کام جانے۔'' زمین چچی بڑبڑاتی رہیں۔

اس رات وہ پلنگ پر لیٹی تو شمع جاگ رہی تھی' اس نے آہستہ سے برجیس کا ہاتھ تھام لیا'' ہماری امی ابا کی باتوں کا برا مت مانئے گا۔ یہ لوگ تو الل ٹپ بولتے ہیں۔''

''بری بات ہے شمع' کہیں والدین کے بارے میں اس طور بات کی جاتی ہے؟'' برجیس نے اسے ڈانٹا۔

''آپ ٹھیک کہتی ہیں لیکن ماں باپ ایسے ہوں بھی تو سہی۔''

''اچھا اب چپکے سے سو جاؤ اور فضول باتوں میں سرمت کھپاؤ۔ بزرگوں کا احترام ہم پر لازم ہے اور جہاں تک زندگی کے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

بارے میں فیصلے کرنے کا مسئلہ ہے تو اب یہ ہمارے سوچنے کی بات ہے کہ ہم زندگی کس ڈھب سے گزاریں' ان کی کون سی بات مانیں اور کون سی رد کریں۔

''آپ کی ان ہی باتوں پر تو میں منہ تکتی ہوں آپ کا۔ یوں بولتی ہیں جیسے کوئی مرد بول رہا ہو۔ ہمارے تو بھائی جان بھی اسی طرح باتیں نہیں کرتے۔'' شمع چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئی ''آپ ایسی لڑکیاں ہوا میں تو نہیں بن جاتیں' گھر بچوں کو بناتا ہے۔ ہمارا گھر ہی آپ ایسا نہیں ہے تو پھر بھلا ہم آپ ایسے کیسے ہو سکتے ہیں۔'' شمع کے لہجے میں ملال تھا۔

''تم بہت ذہین ہو شمع بس ہمت کی تھوڑی سی کمی ہے' کسی نہ کسی طور پڑھائی شروع کر دو پھر دیکھو کیا چمتکار ہوتا ہے۔''

''چمتکار؟''

''چمتکار کا مطلب ہے معجزہ۔ آیا کچھ جناب کی عقل شریف میں۔''

''واہ بڑے مزے کا لفظ ہے۔'' شمع بے اختیار ہنس دی۔

''اب ای آدھی رات کو ٹھی ٹھی کا ہوت ہے۔'' برآمدے سے چچی کی سنسناتی ہوئی آواز آئی۔''

''بس بھئی چچی کا حملہ شروع ہو گیا۔ اب چپکے سے سو جاؤ ورنہ بابری توپیں ابراہیم لودھی کی فوجوں کو تہس نہس کر دیں گی۔'' برجیس نے آواز کو دباتے ہوئے کہا اور شمع نے چادر سر تک تان لی۔

''ارے بھائی قمر بھائی بہت بن سنور لیے آپ' اب ذرا ایک کام کی بات سنتے جائیں۔'' برجیس نے قمر کو آواز دی جو نہا کر نکلا تھا اور اب کمرے کی دیوار سے لٹکے ہوئے چھوٹے سے آئینے کے سامنے کھڑا بال سنوار رہا تھا۔

''اللہ اللہ آج تو صبح ہی صبح ہمارے نصیب کھل گئے کہ آں جناب نے اس خاکسار کو ذرہ بے مقدار کو یاد کیا۔

''بالکل ماسٹر نثار کی طرح مکالمے ادا کرتے ہیں آپ!'' برجیس نے اسے چھیڑا۔

''اچھا تو گویا میں تھیٹر میں کام کرنے والا بھنڈیلا ہوں۔'' قمر برا مان گیا۔

''افوہ قمر بھائی' کس زمانے کی باتیں کرتے ہیں آپ بھی۔ ارے بھئی اب اسٹیج پر کام کرنے والے آرٹسٹ کہلاتے ہیں۔

''آپ ہیں کہ ابھی تک بھانڈ بھنڈیلوں کو رو رہے ہیں۔''

''ہاں بھئی' انہیں آرٹسٹ تم نہ کہو گی تو اور کون کہے گا۔ پٹنہ بھر میں تمہارے ڈراموں کی دھوم تھی۔ گائیکی کا شہرہ تھا۔''

''قمر بھائی' میں ایک سنجیدہ بات کرنا چاہ رہی ہوں آپ سے۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

چلو اس بحث کو جانے دو' یہ بتاؤ مجھے کیوں آواز دی تھی۔ ویسے میں تمہیں بتا دوں کہ امی تم سے بہت ناراض ہیں۔ تم بھی تو حد کرتی ہو۔ وہاں جھونپڑی میں رہنے والے یہاں جھوٹے ٹکلیموں سے محل الاٹ کرا رہے ہیں اور تم ہو کہ اپنے محلوں کو یوں چھوڑ کر چلی آئیں جیسے ان کی کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔"

"قمر بھائی دیکھئے چچی کی تو بات الگ ہے لیکن آپ سے میں اس گفتگو کی توقع نہیں کرتی تھی۔ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں اور کیا نہیں کر رہے' یہ میرا مسئلہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہمیں خود کیا زیب دیتا ہے اور کیا بات ہمارے لیے نامناسب ہے' یہ ایک بالکل' دوسری بات ہے..... اچھا اب آپ مجھے پٹڑی پر سے نہ اتاریئے میں نے آپ کو اس وقت ایک ایسے کام سے بلایا ہے جو چچی نے سن لیا تو بہت ناراض ہوں گی۔"

"بہت خوب' کہیں گھومنے کا جی چاہ رہا ہے۔ فلم دیکھنی ہے' کیفے فردوس میں قلفی کھانی ہے؟" قمر نے خوش ہو کر متوقع نگاہوں سے برجیس کو دیکھا اور دوسری کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"لاحول ولا۔ میں آپ کے خیال میں کوئی چھوٹی سی بچی ہوں کہ ان چیزوں کی فرمائش کروں گی؟"

"پھر معلوم تو ہو کہ مس برجیس داور علی خان مجھ فقیر سے کس چیز کی فرمائش کر رہی ہیں۔ ستارے توڑ کر لانے ہیں' چاند کو آپ کے قدموں میں ڈال دینا ہے' جان نذر کر دینی ہے۔" قمر نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"قمر بھائی' آپ فوراً سے پیشتر رومانی ناول پڑھنے بند کر دیں۔ ورنہ وہ وقت بھی آ جائے گا جب چچی آپ کو آلو یا پیاز لانے کے لیے آوازیں دی گی تو آپ عادت سے مجبور ہو کر سینے پر ہاتھ رکھ کر اور آنکھیں بند کر کے یہی ڈائیلاگ ادا کریں گے اور ان کا دو ہتڑ کھائیں گے۔

"ستیاناس کر دیا تم نے سارے موڈ کا۔ اچھا اب کہہ بھی چکو' آخر کیا کہہ رہی ہو؟" قمر اپنی کھنچائی پر جھنجھلا گیا۔

"میں صرف یہ عرض کر رہی ہوں کہ شمع بہت ذہین ہے۔ اسے پڑھنے کا بہت ہی شوق ہے۔ آپ کسی طرح اسے اسکول میں داخل کروا دیجئے۔"

"ارے باپ رے۔ تمہیں معلوم ہے اگر میں نے امی سے اس بارے میں کچھ بھی کہا وہ فوراً جوتی نکال کر ہاتھ میں لے لیں گے۔ ماریں گی سو گنیں گی ایک۔"

چھوڑیں بھی قمر بھائی۔ آپ کیسے مرد ہیں کہ ایک درست بات بھی نہیں منوا سکتے؟"

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''تم بہت استاد ہو برجیس۔ میری مردانہ غیرت کو للکار رہی ہو۔ خیر تم بھی کیا یاد کرو گی۔ میں آج ہی سر سے کفن باندھ کر امی سے اس مسئلے پر بات کرلوں گا لیکن یہ سمجھ لو کئی دن لگیں گے ان سے بات منوانے کے لیے۔''

''کئی دن لگیں یا کئی ہفتے۔ آپ بس یہ کام کر دیں' میں عمر بھر آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔''

''تم عمر بھر احسان نہ بھولنے کی بات کر رہی ہو۔ ارے جب اس گھر سے چلی جاؤ تو کبھی یاد بھی نہیں آئے گا کہ قمر نامی کسی شخص سے کبھی ملی بھی تھیں۔'' قمر اداسی سے ہنسا۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ بھی۔ بھلا کوئی رشتوں کو بھی بھولتا ہے۔''

''ہاں اگر رشتے بہت عزیز اور قیمتی ہوں تب ہی بھلائے نہیں جاتے۔ بھئی ہمارے نصیب پرویز ایسے کہاں کہ تم ایسی پری چہرہ اس کے فراق میں سب کچھ چھوڑ کر چلی آئی ہے اور جنگل بیابان کی خاک چھان رہی ہے۔''

''بہت بور آدمی ہیں آپ قمر بھائی..... ابا میاں اگر زندہ ہوتے تو میرے گھر چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اب آپ ایسی باتیں کر کے مجھے اداس نہ کریں۔''

''اچھا چھوڑو ہٹاؤ ان باتوں کو۔'' قمر نے اپنی ہتھیلیوں کو یوں غور سے دیکھا جیسے ان میں لکھے کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''ارے بھئی شمع ناشتا کہاں ہے؟ ابھی تو امی اس قدر شور مچا رہی تھیں۔'' اس نے باورچی خانے کی طرف رخ کر کے آواز دی۔

اس روز جب برجیس سارے خط پوسٹ کر کے پلٹی تو شمع اسے اپنے اسکول بھی لے گئی۔ شمع وہاں ہیرا من طوطے کی چرخ چھک رہی تھی' برجیس نے اسے بہ مشکل اسکول سے باہر نکالا ''بس اب چلی چلو' دیر ہوئی تو چچی بہت ناراض ہوں گی اور مجھے ابھی راستے میں ایرانی کے ہوٹل پر بھی رکنا ہے۔''

اسکول سے نکل کر ان دونوں نے اس ایرانی ہوٹل کا رخ کیا جو راستے میں پڑتا تھا اور جہاں چار آنے دے کر ٹیلی فون کیا جا سکتا تھا۔ برجیس کو کاؤس جی کے یہاں سے آئے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے اور اسے مسز کاؤس جی کی یاد بطور خاص آنے لگی تھی' جانے کیسے ہوں گی وہ۔

پسینے میں شرابور وہ دونوں ایرانی کے ہوٹل میں داخل ہوئیں تو میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے انہیں گردن اٹھا کر اور مڑ مڑ کر دیکھا۔ ٹیلی فون کاؤنٹر پر ہی تھا۔ وہ دونوں کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئیں۔

''ایک ٹیلی فون کرنا ہے۔'' برجیس نے کاؤنٹر پر پہنچ کر اس ایرانی سے کہا جو شاید ہوٹل کا مالک تھا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''ہاں ضرور کرو بی بی۔ چوٹی رکھ دو ادھر اور کر لو۔'' ایرانی نے ٹیلی فون کر لکڑی کے بکس سے نکالا اور اس کی طرف سرکا دیا۔

برجیس نے پرس کھول کر چونی اس کی طرف بڑھائی' شکریہ ادا کی اور ریسیور اٹھا کر مسز کاؤس جی کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ شمع نقاب الٹے ہوئے ہوٹل کی ہر چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ آج تک اس نے ہوٹل میں کبھی قدم نہیں رکھا تھا' بس یہ معلوم تھا کہ ابا کو کہیں بہت ضروری فون کرنا ہوتا ہے تو یہیں آتے ہیں۔

دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ پانچویں گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا گیا اور پھر مسز کاؤس جی کی آواز آئی۔

برجیس کی آواز سنتے ہی وہ چہکیں ''ارے برجیس ابھی تم کیدر چلا گیا۔ اپن کو اتنا اکلا لگتا ہے۔ کاؤس جی بھی تم کو یاد کرتا ہے۔ ابھی تم اپنے ریلیٹو میں راضی خوشی ہے کہ نئیں؟''

''جی ٹھیک ہی ہوں۔ آپ کیسی ہیں' انکل اور منو چہر کیسے ہیں؟''

''ابھی سب ٹھیک ہے۔ پر سب تم کو بہت ''مس'' کرتا ہے۔ اچھا سنو برجیش کل اپن کا ایک چیریٹی بازار لگے گا۔ ابھی ہم کل اگلے ٹیم آئیں گا' تم کو ساتھ لے جائیں گا اپن کے ریلیٹو کو بول دینا۔ آج ایوننگ کو ہم تمہارے پاس آنے والا تھا پر اب جب تم خود ہی فون کیا تو ہم تم کو بولے دیتا ہے کہ اپن کل صبو آئیں گا۔ ٹین اور کلاک بالکل ریڈی رہنا۔''

''جی میں تیار رہوں گی لیکن انکل کو تکلیف ہوگی۔ وہ تو صبح کورٹ جاتے ہیں۔''

''ابھی تم چپ کرو' جبان جیاستی مت چلاؤ۔ اپن تم کو کیسے بھی پک کرے اپن کا ہیڈ ایک ہے۔''

مسز کاؤس جی کی مانوس اور ڈانٹتی ہوئی آواز برجیس کو بہت اپنی لگی۔

''کیا آپ کل کہیں جائیں گی؟'' شمع نے ایرانی ہوٹل سے باہر نکل کر پوچھا۔

''ہاں شمع! مسز کاؤس جی کل مجھے لینے آئیں گی' کوئی چیریٹی بازار لگ رہا ہے۔ اس میں ساتھ لے جانا چاہتی ہیں مجھے' تم بھی چلو' شام تک تو واپسی ہو ہی جائے گی۔''

''نہیں برجیس باجی' امی کبھی اجازت نہیں دیں گی اور اگر انہوں نے آپ کی بات رکھتے ہوئے اجازت دے بھی دی تو میرے پاس نہ ڈھنگ کے کپڑے ہیں' نہ ایسی محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ ہے۔'' شمع کی آواز دل گرفتہ تھی۔

''اتنی حساس نہ بنو۔ اچھے خاصے تمہارے پاس کپڑے ہیں۔

''آپ بتا رہی تھیں کہ مسز کاؤس جی پارسی ہیں۔ یہ لوگ تو بہت ماڈرن ہوتے ہیں' میں عجب چپڑ قناتی لگوں گی وہاں۔ یہ جو

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

آپ کوٹھیاں دیکھ رہی ہیں' یہ پاریسوں ہی کی تو ہیں۔'' شمع نے اشارہ کیا۔

''اچھا' میں تو انہیں ہندوؤں کی کوٹھیاں سمجھی تھی۔''

''نہیں' یہ سارا علاقہ پارسی کالونی کہلاتا ہے۔ شام کو کبھی نکلیں تو ایک سے ایک فیشن ایبل بڑھیا ٹہلتی ہوئی ملے گی۔'' شمع باتیں کرتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتی رہی۔ ''ہندوؤں کی کوٹھیاں تو اس طرف ہیں' اب ان سب میں اپنے ہی لوگ ہیں۔''

رات کو کھانے پر قمر نے شمع کی پڑھائی کا مسئلہ چھیڑا تو زبین چچی چراغ پا ہو گئیں۔ پہلے تو وہ انہیں نرمی سے قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر بھی وہ نہ مانیں تو اس نے کہہ دیا کہ وہ ناراض ہوں یا خوش' چند دنوں میں وہ شمع کو لے جا کر دوبارہ اسکول میں داخل کرا دے گا۔ چچی کو جب یقین آ گیا کہ وہ من مانی کر کے رہے گا تو سب کو صلواتیں سناتی ہوئی اٹھیں اور اپنے پلنگ پر چلی گئیں۔

اس رات جب شمع سارے کاموں سے نمٹ کر اپنے بستر پر آ کر لیٹی تو اس کی انگلیاں برجیس کی انگلیوں سے لپٹ گئیں۔

''میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔'' اس کی آواز میں آنسوؤں کی شبنم تھی۔

''تم بالکل ہی باؤلی ہو۔ ارے بھئی میں نے تو زبان بھی نہیں ہلائی۔ سارا سہرا تو قمر بھائی کے سر ہے۔'' برجیس دھیرے سے ہنسی۔

''بھائی جان نے صرف آپ کی وجہ سے امی کو ناراض کیا ہے۔ اگر اپ ان سے نہ کہتیں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔''

''نہیں ایسی بات نہیں ہے شمع قمر بھائی سمجھدار آدمی ہیں۔ زمانے کی ہوا کو سمجھتے ہیں۔''

''آپ کسے بے وقوف بنا رہی ہیں برجیس باجی' اپنے آپ کو یا مجھے؟ بھائی جان آپ کو بے حد پسند کرتے ہیں' بہت مرعوب ہیں وہ آپ سے لیکن شاید یہ نہیں سمجھ سکتے کہ آپ ایک مختلف چیز ہیں۔ آپ ان سے ایسے عام مردوں کے لیے نہیں بنیں۔

''بری بات ہے شمع۔ تم اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑی باتیں کر رہی ہو۔''

برجیس نے جھینپتے ہوئے اسے نرمی سے ڈانٹا۔

''نہیں برجیس باجی' میں سچ بول رہی ہوں۔ اور بھائی جان کا تو کیا ذکر ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ پرویز بھائی بھی آپ کے قابل ہیں یا نہیں۔ میں نے انہیں ایک شادی میں دیکھا تھا۔ بہت شاندار ہیں وہ لیکن صرف شاندار نظر آنے سے کیا ہوتا ہے۔''

اس نے ایک گہری سانس لی اور خاموش ہو گئی۔

سامنے کیاری میں مدھو مالتی پھول رہی تھی۔ اس کی گہری' گرم اور بھری پری خوشبو برجیس کے سینے میں آگ بھڑکانے لگی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اس موسم میں ایسی ہی راتوں میں وہ کتنی مرتبہ پرویز کے ساتھ ندرت' بھیا اور ابا میاں کے ساتھ رات کے کھانے کے بعد گنگا کنارے ٹہلنے جاتی تھی۔ چاندنی میں دریا میلوں لمبے اور میلوں چوڑے آئینے کی طرح زمین پر پڑا جگمگاتا تھا اور ہوا اس آئینے کو مضطرب کرتی رہتی تھی۔ اس میں رسمساہٹ پیدا کرتی رہی تھی۔

تمہیں بھی ہماری یاد آتی ہوگی؟ برجیس نے پرویز سے پوچھا لیکن جب کہیں سے کوئی جواب نہ آیا تو اس نے کروٹ بدلی اور چت لیٹ گئی۔ اوپر بہت اوپر ستاروں کی دھند تھی۔ نیند اسی دھند میں کہیں جا چھپی تھی۔

زمین چچی کا موڈ صبح کو بھی اتنا خراب تھا کہ انہوں نے اٹھ کر باورچی خانے کا رخ نہ کیا۔ منہ ہاتھ دھو کر اپنے پلنگ پر لیٹ رہیں۔

''بس امی بہت ہو چکا۔ اب اٹھئے اور گھر سنبھالیے۔ یوں بھی آج مسز کاؤس جی برجیس کو لینے کے لیے آئیں گی۔'' قمر نے ماں کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا۔ برجیس نے صبح قمر کو بتا دیا تھا کہ آج اسے دن بھر کے لیے مسز کاؤس جی کے ساتھ جانا ہے۔

''مجھ سے کا' کوئی آوے کہ کوئی جاوے۔ سب اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ارے ہم کسی کو روک سکت ہیں کا؟'' زمین چچی نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

''آپ کی سمجھ میں اگر باتیں نہیں آتی ہیں تو نہ آئیں۔ لیکن آپ فوراً اٹھ جائیں اور ہم لوگوں کے ساتھ ناشتا کریں۔ اور اگر آپ کی سمجھ میں یہ سادہ سی بات نہیں آ رہی ہے تو میں سمجھائے دیتا ہوں۔ آپ جانتی ہیں میرا غصہ کتنا خراب ہے۔ ابھی اس گھر کی کوئی چیز آپ کو سلامت نظر نہیں آئے گی۔'' قمر کا لہجہ نہایت سخت تھا۔

برجیس کو دیکھ کر حیرت ہوئی کہ زمین چچی بڑبڑاتی ہوئی اٹھیں اور اپنے نصیبوں کو روتی ہوئی باورچی خانے میں چلی گئیں۔

''ان کی سمجھ میں یہی لہجہ آتا ہے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ اب دیکھ رہی ہو نا کس طرح سیدھے سبھاؤ چلی گئیں اور اگر یہی میں انہیں مناتا رہتا تو دونوں روٹھی رہتیں۔''

اس روز چچی نے ناشتا ان لوگوں کے ساتھ ہی کیا اور ناشتے سے نمٹ کر پھر اپنا پلنگ سنبھال لیا۔

قمر دفتر کے لیے روانہ ہونے سے پہلے برجیس کے پاس گیا ''تم شام تک تو آ جاؤ گی نا؟''

''جی ہاں یقیناً آ جاؤں گی۔''

گاڑی کا ہارن بجا تو برجیس بالکل تیار تھی۔ شمع نے لپک کر دروازہ کھولا ''گاڑی آ گئی برجیس باجی۔'' اس نے باہر جھانک کر مطلع

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کیا۔

''اچھا چچی میں جارہی ہوں' شام تک آجاؤں گی۔'' برجیس نے زبین چچی کو مخاطب کیا۔ وہ زیرلب کچھ بڑبڑائیں کھلے ہوئے پاندان کو دھڑاکے سے بند کیا اور پلنگ پر پھیل گئیں۔

برجیس شمع کا شانہ تھپتھپاتی ہوئی باہر نکل آئی۔ گاڑی منوچہر چلا رہا تھا مسز کاؤس جی اس کے برابر بیٹھی ہوئی تھیں۔

''آپ کچھ دیر کے لیے اتریں گی نہیں؟'' برجیس نے اخلاقاً پوچھا۔

''نہیں ابھی بہت دیر ہوجائیں گا۔'' مسز کاؤس جی نے اسے بیٹھنا کا اشارہ کیا۔ منوچہر اتنی دیر میں اتر کر پچھلی نشست کا دروازہ اس کے لیے کھول چکا تھا۔ برجیس منوچہر کی خیریت پوچھتی ہوئی پچھلی نشست پر بیٹھ گئی۔ گاڑی نے رینگنا شروع کیا تو اس نے مڑ کر دیکھا' شمع لکڑی کے سبز دروازے سے لگی کھڑی تھی اور اسے دیکھ رہی تھی۔ برجیس نے ہاتھ ہلایا۔ منوچہر نے گاڑی کو دوسرے گیر میں ڈالا' گاڑی تیز ہوئی گھومی اور شمع برجیس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔

''تمہارا دوسرا ریلیٹو لوگ ملا؟'' مسز کاؤس جی نے گردن موڑ کر پوچھا۔

''جی ابھی تو نہیں ملے وہ لوگ۔''

''ویری اسٹرینج۔'' مسز کاؤس جی نے کہا ''ابھی کاؤس جی تمہارے لیے بہت دوری کرتا ہے۔ آج لنچ ٹائم پر وہ بھی آئیں گا۔ چیریٹی بازار میں تم سے بھی ملاقات ہوئیں گا۔''

''برجیس معاف کیجئے گا' مجھے ایک ضروری کام سے دومنٹ کے لیے راستے میں ایک جگہ رکنا ہے۔ ایک پیشنٹ کے لیے کچھ دوائیں باہر سے منگوائی تھیں' وہ آگئی ہیں' اسے دینی ہیں۔ منوچہر کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔

''آپ دومنٹ کے بجائے دس منٹ رکیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ برجیس خوش دلی سے ہنسی۔

''ابھی فرق کیوں نہیں پڑیں گا اپن کو دیر ہوجائیں گا۔ چیریٹی بازار کا اوپننگ مس ہوجائیں گا۔ منوچہر کا کھوپڑی میں تو صرف پیشنٹ لوگ رہتا ہے۔'' مسز کاؤس جی نے قدرے برا مان کر گھڑی کو دیکھا۔

''مما کو بھی بچوں کی طرح چیریٹی بازار کی اوپننگ سیریمنی دیکھنی ہے۔'' منوچہر نے ہنس کر ماں کا مذاق اڑایا۔

گاڑی مختلف سڑکوں اور گلیوں سے گزر کر ایک گلی میں رک گئی۔ گلی میں چند مکانات بنے ہوئے تھے۔ باقی پلاٹ خالی پڑے تھے۔ کسی گھر میں تیز آواز سے ریڈیو بج رہا تھا اس کے باوجود چاروں طرف ایک ویرانی سی تھی۔ منوچہر کو جس گھر میں جانا تھا' گاڑی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اس سے کچھ آگے رکی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی سے اتر کر پیچھے کی طرف گیا اور دروازے پر دستک دینے کی آواز برجیس کے کانوں تک آئی۔

کئی منٹ گزر گئے لیکن منوچہر نہیں ایا اور مسز کاؤس جی بیزار ہونے لگیں تو برجیس نے گردن موڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا جہاں منوچہر کسی نوجوان سے کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ دھاری دار سلیپنگ سوٹ پہنے ہوئے اس نوجوان پر برجیس کی نظر پڑی تو لحظے بھر کے لیے اسے یوں محسوس ہوا جیسے آسمان اور زمین دونوں گردش میں ہیں۔ اسے بہت زور کا چکر آیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے نشست کو تھام لیا۔

گھنٹے گزر گئے یا شاید یہ لمحے تھے؟ اس نے ڈرتے ڈرتے ایک بار پھر گردن گھمائی..... ہاں یہ خواب نہیں تھا۔ پرویز تھا۔ منوچہر گاڑی کی جانب پلٹا اور پرویز نے گھر کے دروازے کی طرف قدم بڑھائے..... سب کچھ اتنی آہستگی سے ہو رہا تھا۔ لمحے ہفتوں میں بدل گئے تھے' مہینے بن گئے تھے۔ اب وہ اندر چلا جائے گا پھر سے کھو جائے گا۔ برجیس جاگ گئی اس نے ہڑ بڑا کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلتے ہوئے اسے آواز دی۔

پرویز اپنا نام سن کر پلٹا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ پرویز اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو اور کیوں یقین آتا اسے؟ اس کے لیے تو وہ واقعی جیسے زمین سے آگ آئی تھی۔

''تم؟ برجیس تم؟ کئی لمحوں یا کئی صدیوں کے بعد پرویز کی آواز اس تک آئی۔

ابھی یہ شور مچا دے گا۔ مجھے بازو سے تھام کر گھسیٹتا ہوا اندر لے جائے گا۔ ثریا کو آوازیں دے گا۔ سارا گھر سر پر اٹھا لے گا' خوشی سے اڑنگ بڑنگ بولے گا۔ برجیس ایک قدم اور آگے بڑھی۔

''تم کب آئیں؟'' پرویز کی ٹھہری ہوئی سنجیدہ آواز اس تک آئی۔''

برجیس اپنی جگہ پر ٹھٹک گئی۔ یہ کون ہے؟ اس قدر سنجیدہ اتنا ٹھہرا ہوا پرویز ایسا تو ہرگز نہ تھا۔

''حد کر دی پرویز تم نے بھی۔ گھر بدل لیا اور مجھے اطلاع نہ دی۔ محلے والوں کے پاس نیا پتا نہ چھوڑا۔ میں نے خط لکھا' تار دیا۔ اسٹیشن پر تم لوگوں کو ڈھونڈتی پھری' اشتہار چھپوائے' کنوؤں میں بانس ڈلوائے لیکن تم نے تو ایسا الوپ انجن لگایا کہ ڈھونڈے سے نہ ملے۔'' برجیس ایک ہی سانس میں بولتی گئی۔

پرویز کو شاید اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ تب ہی تو وہ سکتے میں تھا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

مسز کاؤس جی نے برجیس کو آواز دی تو وہ جاگ سا گیا اس کے ہونٹوں پہ ہلکی سے مسکراہٹ ابھری ''واقعی یقین نہیں آ رہا' تمہیں دیکھ کر خواب سا لگ رہا ہے۔''

''برجیس ابھی تم کاہے کو اپنچ بولتا ہے۔اپن کو دیری ہو رہا ہے۔''مسز کاؤس جی آواز میں ناراضگی تھی۔ان کی سمجھ میں برجیس کا گاڑی سے اترنا اور منوچہر کے پیشنٹ سے بات کرنا عجیب سی بات تھی۔

''آنٹی یہ پرویز ہے۔میرے انکل کا بیٹا جن کے لیے ایڈورٹائز کیا تھا۔''

برجیس نے پلٹ کر کہا۔

مسز کاؤس جی جلدی سے اتر آئیں۔''اوروِنڈرفل!''مسز کاؤس جی کا چہرہ کھل اٹھا۔

ان کریڈیبل .... ابھی تم مٹھائی کھلاؤ برجیس۔تمہارا انکل اور اس کا فیملی مل گیا۔'' وہ چہکیں۔

برجیس نے قدم آگے بڑھایا۔

''تم شاید کہیں جا رہی ہو ان لوگوں کے ساتھ'اپنا پروگرام کیوں خراب کرتی ہو؟یوں بھی اس وقت گھر میں کوئی نہیں ہے۔میں بھی بس نکلنے ہی والا ہوں شام کو میں تمہیں لے آؤں گا۔یا پھر ڈاکٹر صاحب چھوڑ دیں گے تمہیں۔''پرویز جلدی جلدی بول رہا تھا

''میں ڈاکٹر صاحب سے گھر کا پتا پوچھ لیتا ہوں۔''

برجیس کا دل بیٹھ گیا۔پرویز کو یہ کیا ہو گیا ہے؟یہ کس طرح کی باتیں کر رہا ہے؟گھر میں کوئی نہیں تو کیا ہوا....... اگر اسے کسی کام سے جانا ہے تو چلا جائے۔گھر کی دیواریں تو اٹھ کر کہیں نہیں جا رہیں؟میں گھر میں تنہا ہی رہ لیتی۔شام تک آخر سب لوگ آ ہی جاتے۔برجیس کے ذہن پر خیالوں کی ایک یلغار سی تھی۔

''اٹس آل رائٹ پرویز!آئی ول ڈراپ ہر ان دی ایوننگ۔''منوچہر نے کہا پھر اس نے آگے بڑھ کر آہستہ سے برجیس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔''کم آن برجیس!ممی کو دیر ہو رہی ہے۔

برجیس نے بے یقینی سے پرویز کو دیکھا۔وہ تیزی سے اس کے قریب آیا۔''تم پریشان نہ ہو اور ڈاکٹر صاحب کے ساتھ چلی جاؤ'شام کو آؤ گی تو پھر تمہاری کتھا کہانی سنیں گے کہ یہ اچانک تمہاری سواری بادبہاری کہاں سے آ پہنچی۔تم نے تو حد کر دی اطلاع تک نہ دی۔اس وقت بالکل مجبوری ہے۔میں تمہیں کبھی یوں واپس نہ بھیجتا لیکن کیا کروں گھر میں کوئی ہے ہی نہیں۔میں بھی بس ابھی کپڑے بدل کر نکل جاؤں گا۔سارا دن تم کہاں دیواروں سے سر ٹکراتی پھرو گی۔اور یہاں تو تمہارا استارا بھی نہیں ہے کہ تن تن ہی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کرتی رہو۔

برجیس کا دل ٹھہرا....... ہاں یہ وہی پرانا پرویز تھا....... وہی شوخ لہجہ' چہرے پر وہی کمینی سی پیاری سے مسکراہٹ۔

"بس بس دیر نہ کرو جلدی سے رفو چکر ہو جاؤ۔" پرویز نے اسے گاڑی میں بٹھا کر دروازہ بند کیا پھر جھک کر کھڑکی سے اسے دیکھا "اب منہ نہ لٹکاؤ ہنستی ہوئی جاؤ۔ شام کو چنڈال چوکڑی جمے گی۔ ثریا تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔"

منوچہر نے گاڑی اسٹارٹ کی تو برجیس کا جی چاہا کہ پوچھے اور تمہیں ہماری یاد کتنی آتی ہے؟ لیکن وہ تو کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی' کچھ بھی نہیں پوچھ سکتی تھی۔ پرویز نے ہاتھ ہلایا گاڑی نے لمحے بھر میں چند گز کا فاصلہ طے کیا اور تیزی سے گھوم کر بڑی سڑک پر آ گئی۔ پرویز نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

برجیس نے ایک گہری سانس لی اور نشست کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ سڑک کا شور جیسے کہیں بہت دور سے آ رہا تھا۔ اسے آنکھیں بند کیے ہوئے اچانک زبین چچی کا خیال آیا۔ جب انہیں یہ بات معلوم ہو گی وہ تو نڈھال ہو جائیں گی غم سے ان کی پوری کوشش یہی رہی تھی گزشتہ چند دنوں میں کہ پرویز اور اس کے گھر والوں کا پتا نشان لگانا تو دور کی بات ہے ان کا ذکر بھی نہ نکلے۔"

وہ انہیں خیالوں میں گم تھی کہ اچانک مسز کاوس جی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ "پھر تو تمہارا سارا اوری ختم ہو جائیں گا۔ اپن کو میرج میں تو بلائیں گا ناں؟" انہوں نے ہنس کر پوچھا۔

"ممی کا بھی جواب نہیں ہے۔ یہ اچانک برجیس کی شادی کا کہاں سے خیال آ گیا آپ کو؟" منوچہر نے سوال کیا۔

"مائی ڈیر اس کا فیانسی مل گیا ہے تو اب میرج نہیں کریں گا تو کیا پکوڑا بیچیں گا؟"

"کون فیانسی؟"

"ارے بابا یہی لڑکا جس سے تم گپ لڑاتا تھا۔"

"پرویز کیا واقعی آپ کا منگیتر ہے؟ یا یہ بھی ممی کی کوئی فنٹاسی ہے؟"

منوچہر نے گاڑی چلاتے چلاتے لمحے بھر کے لیے گردن گھما کر سنجیدگی سے پوچھا۔

برجیس کا چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ ہو گیا اور اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ منوچہر کے اس سوال کا کیا جواب دے "پرویز میرا کزن ہے۔ میں اسی فیملی کے پاس پاکستان آئی تھی۔" کہ اس نے گول مول جواب دیا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''آئی سی'' منوچہر نے آہستہ سے کہا۔ ایکسیلیٹر پر اس کے پیر کا دباؤ بڑھ گیا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

وہ لوگ ''بیچ لگژری ہوٹل'' پہنچے تو چیریٹی بازار کا افتتاح ہوئے دیر ہو چکی تھی۔ ذہنی طور پر الجھے ہوئے ہونے کے باوجود اسٹالوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے برجیس کی توجہ وہاں رکھی ہوئی چیزوں نے کھینچ لی۔ سفید آرگنڈی پر کشیدہ کاری کا اتنا خوب صورت کام اس نے بس لکھنو میں ہی دیکھا تھا۔ نیپکن میز پوش' ٹی کوزی کور' بچیوں کے لباس' ساڑیاں۔ ہلکے گلابی' سبز' زرد نیلے اور عنابی ریشم سے آرگنڈی کی سفیدی زردی اور گلابی پر سوزن کاری کی حسین اور متناسب دنیا آباد کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ شیشے کی کڑھت کے پرس تھے' چینی کے سفید گلدانوں پر ہاتھ سے کی ہوئی نفیس و نازک نقاشی تھی۔ کپڑے کی گڑیاں تھیں' کپڑے ہی کے بھالو اور خرگوش تھے۔

گھنٹے بھر بعد کاؤس جی بھی پہنچ گئے۔ انہیں دیکھتے ہی مسز کاؤس جی نے خوشی کی ایک چیخ ماری اور شاید ڈیڑھ سو لفظ فی منٹ کی رفتار سے انہیں آج کی ساری رام کہانی سنانے لگیں۔

''ابھی تم کتنا وری کرتا تھا۔ اپن کہتا تھا سب ٹھیک ہو جائیں گا پر تم نہیں مانا تھا'' مسز کاؤس جی نے انہیں یاد دلایا۔

''اچھا اب تم چپ رہو۔'' کاؤس جی نے قدرے بور ہو کر کہا۔

''ابھی ہم کائے کو چپ رہے۔'' مسز کاؤس جی نے دبنگ لہجے میں کہا۔

''او کے ممی..... ابھی چلیں اور لنچ کر لیں۔'' منوچہر نے مداخلت کی اور پھر وہ مسز کاؤس جی کی ''ابھی ٹھہرو..... متھاماری مت کرو'' کے باوجود ماں باپ اور برجیس تینوں کو سمیٹ کر ڈائننگ ہال کی طرف بڑھ گیا۔

ہوٹل سمندر کے کنارے تھا اور ہوا میں ایک ہلکی سی ناگوار بو تھی۔ دھوپ سمندر کے سینے سے لپٹی ہوئی تھی اور دونوں کے وصال سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔

لنچ اور لنچ کے بعد کاؤس جی کے فلیٹ میں سوتا اور جاگتا ہوا وقت..... شام کس قدر مشکل سے ہوئی۔ برجیس کا کسی چیز میں جی ہی نہیں لگ رہا تھا۔ کسی طور اڑ کر پہنچے۔ پرویز کو دیکھے' ثریا سے ملے۔ کراچی آ کر پرویز کس قدر بدل گیا تھا یا شاید اچانک اسے سامنے دیکھ کر اس کے اوسان بجا نہیں رہے تھے۔

چائے پر منوچہر بھی موجود تھا۔ خاموش' خیالوں میں گم۔ برجیس کا جی چاہا وہ منوچہر سے پوچھے کہ پرویز کو وہ کس طرح جانتا ہے۔ پرویز نے جس بے ساختگی سے یہ کہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب شام کو تمہیں یہاں پہنچا دیں گے اس سے ظاہر تھا کہ وہ منوچہر سے خاصا بے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

تکلف ہے۔کئی سوال برجیس کے ہونٹوں تک آ کر پلیٹ گئے۔

''اپن تمہار جوئیلری لاتا ہے ابھی اور اب اپنا سامان بھی سمیٹو برجیش۔''

مسز کاؤس جی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ممی اتنی بھی کیا جلدی ہے۔اس وقت برجیس اپنے جوڑے لے جائیں۔سامان اور جوئیلری بعد میں لے جائیں گی یا میں خود پہنچادوں گا۔اور پرویز کے گھر جانے سے پہلے انہیں اپنے جمشید روڈ والے رشتہ داروں کے پاس جانا چاہیے۔انہیں بتائیں تو سہی کہ یہ کہاں جارہی ہیں۔''

برجیس نے شرمندہ ہوکر منوچہر کی طرف دیکھا۔پرویز سے ملتے ہی شمع اور زبین چچی تو گویا اس کے ذہن سے محو ہی ہو گئے تھے۔

''ارے واہ دیکھا برجیس تم..... میرا ڈمب چھوکرا ابھی بولا'' مسز کاؤس جی نے ہنس کر منوچہر کو اس کی خاموشی پر طعنہ دیا۔

''ممی میں بس کام کی بات بولتا ہوں اب آپ کو ڈمب لگتا ہوں تو کیا ہوسکتا ہے۔'' منوچہر نے بردباری سے کہا۔

''ہاں ہاں کام کی بات تو تم بولتا ہے یا تمہارا فادر بولتا ہے۔اپن تو کہتا ہے ٹین کا ڈبا مافک ہر ٹائم بولتا ہے۔'' مسز کاؤس جی برا مان گئیں۔

کچھ دیر بعد وہ سب لوگ گھر سے نکلے۔چشم زدن میں زبین چچی کا گھر آ گیا۔گاڑی کے رکتے ہی برجیس کو دروازے میں شمع کی صورت نظر آئی۔وہ شاید انتظار میں کھڑکی سے لگی بیٹھی تھی تب ہی فوراً دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔

''آپ نے بڑی دیر لگادی برجیس باجی۔میری تو آنکھیں پتھرا گئیں۔امی بھی بار بار پوچھ رہی تھیں۔قمر بھائی فون کرنے جانے والے تھے'' شمع نے برجیس کے قریب پہنچتے ہی محبت بھری شکایتوں کا پٹارا کھول دیا۔

''واہ بیٹا خوب راہ دکھائیو تم ارے پرایا شہر انجان راستے۔کہیں ادھر ادھر ہوجائیں تو اللہ بخشے بھیا کی روح کو چچا تمرے کا منہ دکھاتے؟'' زبین چچی بولیں۔

''لاحول ولا امی آپ بالکل ہی بے تک بولتی ہیں۔برجیس جن لوگوں کے ساتھ گئی تھی وہ بہت ذمے دار لوگ ہیں۔اس کے علاوہ اس میں چچا میاں کی روح کو منہ دکھانے کا مسئلہ کہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔'' قمر نے جھلا کر کہا پھر وہ برجیس سے مخاطب ہوا۔

''ارے تم بیٹھتی کیوں نہیں ہو؟ ایسے کھڑی ہو جیسے ابھی تک ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''ایک بات بتانی ہے قمر بھائی۔''

''خیریت تو ہے نا؟''

''جی بالکل خیریت ہے۔ دراصل اشرف چچا کا گھر مل گیا ہے۔''

ابھی برجیس کے منہ سے یہ جملہ نکلا ہی تھا کہ زمین چچی جو پلنگ پر لیٹی ہوئی تھیں تڑپ کر اٹھ بیٹھیں۔ ''کیا کہا بیٹا؟ اشرف بھیا مل گئے تمہارے کو؟'' انہوں نے تیز آواز میں پوچھا۔

''جی ہاں چچی! بس اتفاق ہی سمجھیں' ان کا گھر ملنا بھی۔ چچا سے تو اب اس وقت ملاقات ہوگی۔ پرویز سے صبح ہی ہوگئی تھی۔'' برجیس نے جلدی سے ساری بات کہہ دی۔

''پرویز سے صبح ہی ہوگئی تھی۔'' برجیس نے جلدی سے ساری بات کہہ دی۔

''تو پرویز سے ملاقات ہوگئی تمہاری؟'' قمر کا لہجہ تیکھا تھا۔

''جی ہاں اوعراس وقت میں آپ لوگوں کو یہی بتانے آئی ہوں کہ ایک دو دن میں ان لوگوں کی طرف رہوں گی۔''

''ارے بیٹا..... ہم سے کون سی رشتے داری ہے' جن سے ہے اوہل گئے تو ہم کون..... نہ تین میں نہ تیرہ میں ستلی کی گرہ میں'' چچی کا لہجہ زہر میں بجھا ہوا تھا

''امی آپ خدا کے لیے خاموش رہیں۔'' شمع کی آواز آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔ ''تو برجیس باجی آپ اب چلی جائیں گی؟'' اس نے لبریز آنکھوں سے برجیس کی طرف دیکھا۔

''دونوں جگہ رہوں گی۔ اب یہ تو نہیں ہے نا کہ وہ لوگ مل گئے تو تم سے رشتہ داری ختم ہوگئی۔'' برجیس نے اسے بہلانا چاہا۔

اسی وقت باہر سے ہارن کی آواز آئی برجیس ہڑبڑا گئی ''شمع میں جلدی سے اپنے کپڑے سمیٹ لوں۔ باہر سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔'' برجیس نے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''میں تو پرویز کی خوش نصیبی پر رشک کر رہا ہوں۔ لوگ سچ ہی کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ گئی تھیں تم کسی میلے میں' سنتے ہیں میلے میں لوگ کھو جاتے ہیں تم پرویز کو ڈھونڈ لائیں۔'' قمر اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آ گیا۔ برجیس نے کچھ کہے بغیر جھک کر اپنا ائیر بیگ اٹھایا اور کھونٹی پر پڑے ہوئے کپڑے اتار کر تہہ کرنے لگی۔

حسنو چچا گھر میں موجود نہ تھے' چچی کی بے رخی کو نظر انداز کرنا آسان تھا لیکن مشکل مرحلہ شمع سے رخصت کا تھا جو دیوار کی طرف

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

منہ کئے کھڑی تھی اور ہچکیوں اور سے رو رہی تھی۔ اس نے شمع کے بھیگے ہوئے رخسار چومے اور باہر نکل آئی۔ کسی بھی چاہنے والے سے رخصت آسان کب ہوئی ہے۔

پرویز کے گھر تک راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ اس گلی میں داخل ہوتے ہی برجیس کا دل بے طرح دھڑکنے لگا۔ منوچہر نے ہارن بجایا۔ گاڑی پرویز کے دروازے کے سامنے رکی۔ برجیس ابھی اتر ہی رہی تھی کہ دروازہ کھلا' ثریا نکلی اور لپک کر اس سے لپٹ گئی۔ ثریا اس کا خون' گھر' تحفظ اور پرویز کی خوشبو اس میں سے چھلک رہی تھی۔ برجیس نے بہ مشکل اپنے آنسو ضبط کئے۔

''فلموں کا یہ سین اگر گھر کے اندر ریکارڈ ہوتو اچھا ہے۔'' یہ پرویز کی آواز تھی۔ براق کرتا پاجامہ پہنے ہوئے وہ سامنے آ کھڑا ہوا۔ ہر طرف اجالا پھیل گیا۔

برجیس سنبھل کر ہنس دی پھر اسے گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگ یاد آئے شرمسار ہو کر ان کی طرف پلٹی۔ کاؤس جی اور مسز کاؤس جی کے چہروں سے اطمینان اور خوشی چھلک رہی تھی۔ اس کی نظر منوچہر کی طرف اٹھی' وہ اسے عجب انداز سے دیکھ رہا تھا' برجیس کو اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

پرویز اور برجیس کے اصرار کے باوجود ان لوگوں نے اترنے سے معذرت کر لی ''پھر آئیں گے تم سے ملنے۔'' کاؤس جی نے اتر کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا' مسز کاؤس جی نے اس کے رخسار چومے اور وہ مہربان لوگ چلے گئے جو زندگی کی ایک اور مہیب رات میں چاند کی طرح طلوع ہوئے تھے۔

وہ تینوں گھر کے اندر آ گئے۔ سامنے اونچی کرسی کا ایک خاصا بڑا برآمدہ تھا۔ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر پرویز ایک کھلے ہوئے دروازے کے اندر چلا گیا۔ برجیس کو پرویز کے گھر کی وہ چھوٹی سی بیٹھک یاد آئی جس میں ایک تخت پر جازم بچھی رہتی تھی اور جس پر دو گاؤ تکئے رکھے رہتے تھے۔

''اب ذرا بیٹھ جاؤ۔ سانس لے لو اور امی بھی ابا کے ساتھ گئی ہوئی ہیں۔ دراصل ابا کے کسی افسر کے گھر میں تقریب ہے۔ ان دونوں کا جانا بہت ضروری تھا ورنہ دونوں کا جی تو تم میں پڑا تھا۔''

''کیا اشرف چچا نے یہاں ملازمت کر لی ہے؟'' برجیس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''پرچیز افسر ہو گئے ہیں ایک سرکاری محکمے میں۔''

''بھئی میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''بہت سی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔'' ثریا نے دھیمی آواز میں کہا۔

''تم یہاں بیٹھی ہوئی فضول میں بولے جا رہی ہو۔ جا کر کچھ شربت وغیرہ لے کر آؤ۔'' پرویز نے بہن کو آنکھیں دکھائیں اور ثریا وہاں سے اٹھ گئی۔

وہ چلی گئی تو دونوں کے درمیان خاموشی آ بیٹھی۔ برجیس سوچتی رہی کہ پرویز اب کچھ کہے گا' کچھ بولے گا لیکن وہ تو بالکل ہی خاموش تھا جیسے بولنا ہی بھول گیا ہو۔ برجیس کو گھبراہٹ ہونے لگی اس نے پہلو بدل کر پرویز کی طرف دیکھا تو وہ گڑبڑا گیا۔

''تم نے آنے سے پہلے مجھے لکھا ہوتا' اطلاع دی ہوتی اور یہ ڈاکٹر منوچہر کی فیملی کو تم کب سے جانتی ہو؟''

''عجیب آدمی ہو تم بھی۔ اول تو پاکستان مجھے بتائے بغیر چلے آئے۔ اب تو تمہارے خط بھی کبھی مہینوں پر آتے تھے۔ گھر بدلا تو مجھے نیا پتا تک نہ لکھا۔ میں تمہیں اطلاع کیوں نہ دیتی اپنے آنے کی لیکن گھر بدلنے کی وجہ سے تمہیں نہ میرا خط ملا نہ تار۔ مجھے جب یہاں اسٹیشن پر نہ تم ملے نہ اشرف چچا تو سیدھی میں تمہارے پی آئی بی والے گھر گئی تو معلوم ہوا کہ''

''کہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔''

ثریا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے برجیس کا جملہ کاٹ دیا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں اورنج اسکواش کے تین گلاس تھے۔ نازک فرانسیسی گلاسوں میں برف کے چوکور قتلے تیر رہے تھے۔

''عادت نہ گئی تمہاری بات کے بیچ میں لقمہ دینے کی..... بس اب چپکی بیٹھی رہی۔'' پرویز نے بہن کو گھور کر دیکھا۔ ''وہاں تو پھر کیا ہوا؟''

''بھئی پرویز بڑی لمبی کہانی ہے۔ تمہیں اور ثریا کو سنا دی تو چچا اور چچی کو علیحدہ سے سنانی پڑے گی اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ وہ لوگ آ جائیں گے تو پھر سننا۔'' برجیس نے وہ گلاس تھام لیا جو پرویز نے اس کی طرف بڑھایا تھا۔

''ہاں یہ صحیح ہے..... اچھا یہ بتاؤ کہ گھر کا کیا حال ہے۔ چھوٹی چچی کس حال میں ہیں۔'' بھیا اور ندرت تو تمہارے آنے سے بہت اداس ہوں گے۔''

پرویز نے شربت کا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

''چھوٹی امی' بھیا اور ندرت سب ہی خیریت سے ہیں' لیکن پٹنہ ان لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ بھنور پوکھر والا گھر تو بک گیا۔''

''ہائے اللہ گھر بک گیا؟'' ثریا کو پھندا لگ گیا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''ہال گھر بک گیا۔ چھوٹی امی کو جانے اس گھر سے کیا کد تھی۔''

گھر کا سایہ اس لمحے بھی برجیس کے سینے میں پھانس بن کر کھٹکنے لگا۔

''کمال کر دیا چھوٹی چچی نے' یقین ہی نہیں آتا..... چچا جان کا بنوایا ہوا گھر بیچتے ہوئے انہیں تکلیف نہ ہوئی۔؟'' پرویز کے لہجے میں تاسف تھا۔

''حد کرتے ہیں بھیا آپ بھی' آپ سب اپنے اپنے گھروں کے بدلے یہاں مکان دکان لے رہے ہیں وہ ٹھیک ہے اور چھوٹی چچی نے وہاں رہتے ہوئے اپنا گھر بیچ دیا تو وہ برا ہے۔ وہ تو محض اینٹ پتھر کا بنا ہوا مکان تھا جو بک گیا یہاں تو لوگ اپنے آپ کو بیچ دیتے ہیں اور پھر بھی خوش رہتے ہیں۔'' ثریا کی آواز میں تلخی تھی۔

برجیس نے چونک کر ثریا کو دیکھا' اس کے لہجے میں یہ کڑواہٹ کہاں سے اور کیسے گھل گئی تھی؟ وہ کچھ سوچتے ہوئے شربت کے گلاس کو ہولے ہولے جنبش دیتی رہی۔ باریک کانچ کی دیواروں سے سر ٹکراتے ہوئے برف کے ٹکڑے پگھلتے رہے اور ہولے ہولے آواز دیتے رہے۔

''شربت کو گرم کر کے پینا تم نے کب سے سیکھ لیا ہے۔ چار گھونٹ میں اسے ختم کیوں نہیں کرتیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں امی ابا آ جائیں گے پھر جو تمہاری رام کہانی شروع ہو گی تو وہ ختم ہونے میں تھوڑا ہی آئے گی۔ ارے بھئی ثریا کھانا پہلے کھلوا دینا یہ نہ ہو کہ برجیس بیگم اپنی داستان امیر حمزہ بیان کرنے بیٹھیں تو صبح ہو جائے۔ میں تو بھوک سے مر جاؤں گا۔''

''بڑے بے مروت ہو گئے ہو پرویز' یعنی اب میری بپتا بھی نہ سنی جائے گی تم سے؟'' برجیس نے شربت کا گھونٹ لیتے ہوئے اسے آنکھیں دکھائیں۔

''لو بھئی تم تو اس طرح بپتا کہہ رہی ہو جیسی ابھی ابھی ٹوپی والا برقع سر پر ڈالے ٹوٹی ہوئی چپلیں گھسیٹتی ہوئی ڈیڑھ ہزار میل پیدل چلتی ہوئی پہنچی ہو یہاں حال یہ ہے کہ ماشاءاللہ صبح بھی آپ ڈاکٹر منوچہر کے ہوادار پر سوار آئی تھیں' اس وقت بھی انہیں کا تام جھام اس حقیر فقیر کے دروازے پر آن کر لگا تھا اور اس میں سے آپ نے قدم رنجہ فرمایا تھا۔'' پرویز نے مذاق اڑایا۔

''برجیس تم بھیا سے باتیں کرو میں ذرا باورچی خانہ جھانک لوں۔'' ثریا نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

''آج تو بڑی رونق ہے باورچی خانے میں' روزانہ دال' کریلے' ٹنڈے اور بیگن کھانے کو ملتا تھا لیکن آج تو مرغ پچھاڑا گیا ہے۔ پلاؤ دم پر ہے' شاہی ٹکڑے الگ اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ غرض یہ کہ تمہاری آمد کا سنتے ہی باورچی خانے میں انقلاب آ چکا

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ہے۔"

"چچی اور ثریا اگر میری خاطر یں کر رہی ہیں تو تم کیوں جل رہے ہو؟"

برجیس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اب تم کہاں چل دیں؟" پرویز نے پوچھا۔

"میں ثریا کا ہاتھ بٹا دوں جانے بیچاری کب سے اس گرمی میں لگی ہوئی ہوگی۔"

"جی نہیں..... آپ اس کو اس قدر بے کس ولاچار نہ سمجھیں' نہ اس پر رحم کھائیں۔ وہ باورچی خانے میں اپنا بھیجا کھپانے نہیں' باورچی کا سر کھانے گئی ہے۔"

بھئی واہ پرویز یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ باورچی رکھ لیا۔ ثریا اور چچی کو بہت آرام ہوگا۔"

"ہاں یہ تو بطور خاص امی تو بس اب پلنگ ہی توڑا کرتی ہیں۔"

"چچی نے تمہارا یہ جملہ سن لیا تو مزاج درست کر دیں گی۔" برجیس نے ہنستے ہوئے اسے یاد دلایا۔

"میں ان کے بارے میں اس قسم کی باتیں صرف اسی وقت کرتا ہوں جب وہ گھر سے کم از کم ایک میل کے فاصلے پر ہوں۔

"ویسے یہ تو بتاؤ کہ تم خود کیا کر رہے ہو؟ کس جگہ ملازمت ملی ہے؟ کیوں کہ آج صبح گیارہ بجے تک تم گھر ہی میں تھے" برجیس ڈرائنگ روم سے نکلتے نکلتے ٹھٹھک گئی اور اس نے پرویز سے پلٹ کر پوچھا۔

"کاروبار کر رہا ہوں۔"

"کاروبار؟ لیکن ایسا کون سا کاروبار ہے کہ جو ماشاءاللہ گھر میں اتنی رونق ہے۔ تمہارے خطوں سے تو مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ تم ملازمت ڈھونڈ رہے ہو اور بہت پریشان ہو۔ کاروبار کا تو تم نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا تھا۔

"بھئی یہ تو تم بہت پہلے کی بات کر رہی ہو۔ یہاں آ کر چند مہینوں تک ملازمت ڈھونڈی پھر انہی دنوں ایک صاحب مل گئے۔ ان کا بہت بڑا اور مختلف نوعیتوں کا کاروبار ہے۔ انہیں کسی ایسے ذمہ دار شخص کی ضرورت تھی جو ان کے تمام معاملات کی نگرانی کر سکے' میں انہیں ملا تو.....

"وہ ہزار جان سے مجھ پر عاشق ہو گئے..... کیوں بھیا یہی کہہ رہے تھے نا آپ؟" ثریا نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے پرویز کا جملہ سن لیا تھا اور درمیان ہی سے اسے اچک لیا تھا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''ارے میں تمہارے پاس آ رہی تھی باورچی خانے میں' پرویز سے ایک بات پوچھنے کے لیے رک گئی تھی۔'' برجیس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

''باورچی خانے میں میرے پاس آ کر کیا کرتیں تم۔کھانا تو بالکل تیار ہے۔بس ذرا ایک نظر دیکھنے گئی تھی۔امی ابا آ جائیں تو میز لگے۔آؤ اب کھڑی نہ رہو بیٹھ جاؤ۔'' ثریا نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے ساتھ لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

''ہاں تو پرویز تم ان صاحب کا قصہ سنا رہے تھے جو تمہیں ملے اور بقول ثریا تم پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔''

''ہاں جناب تو آپ مابدولت کو سمجھتی کیا ہیں؟'' چندے آفتاب چندے ماہتاب ٹھوڑی چاند ماتھے تارا۔''

''اچھا اچھا اب تم مثنوی سحر البیان کی شہزادیوں کا حلیہ نہ بتاؤ' تم جیسے ہو وہ ہم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے تم تو بس یہ بتاؤ کہ ان کے عاشق ہونے کے بعد کیا ہوا؟''

''ہوتا کیا؟ جیسے دیو گوہر مراد کی تلاش میں نکلنے والے شہزادوں کو قید کر لیتے تھے اسی طرح انہوں نے بھیا کو طوطا بنا کر اپنے پاس رکھ لیا۔'' ثریا نے پرویز کو بولنے ہی نہ دیا۔

''یوں محسوس ہوتا ہے ثریا کو کچھ شکایت ہے تم سے! برجیس نے غور سے ثریا کو دیکھا۔

''بھئی یہ چاہتی ہیں کہ ان کا کلیجے کا ٹکڑا بھیا جس پر یہ ہر وقت صدقے واری ہوتی تھیں ان کے سامنے بیٹھا رہے جبکہ کسی کامیاب اور چلتے ہوئے کاروبار کو سنبھالنے کے بعد یہ تو نہیں ہو سکتا۔میں عموماً باہر رہتا ہوں اکثر دو دو تین تین دن گھر نہیں آتا۔ ویسے بھی اس سارے ٹھاٹ کی قیمت تو دینی ہی پڑتی ہے۔'' پرویز کے لہجے کی تلخی اور پیشانی کی شکن برجیس سے چھپی نہ رہ سکی۔

''ہاں بھیا قیمت تو دینی ہی پڑتی ہے لیکن حساب ضرور لگایا کیجئے' کہیں آپ نے زیادہ بھاری قیمت تو نہیں دے دی'' ثریا نے آہستہ سے کہا۔

برجیس کو محسوس ہوا جیسے پرویز اور ثریا میں جھڑپ بس ہونے ہی والی ہے' وہ اس کا ہاتھ تھام کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئی۔

''چلو ذرا باورچی خانہ تو جھانک لیں۔''

باورچی نے برجیس کو دیکھا تو فوراً سلام جھاڑ دیا۔لباس اور چہرے مہرے سے وہ قاعدے قرینے کا نظر آ رہا تھا۔

''یہ صادق برجیس' کھانے پکانے کا بقول خود ماشٹر۔'' ثریا نے ہنس کر کہا۔

''ارے بی بی اب کہاں ماشٹری رہی اپنی طرف تھے تو واکئی ماشٹر تھے۔یہاں تو ہجار مسالے ملیں ہی نا ہیں ارے جائقہ کوئی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

سسرے صادک کی کفگیر میں تھوڑی ہے کہ کفگیر گھمایا تو جادو سے جائقہ آ گوا کھانے میں۔ جائفل جوتری ڈھونڈنے جاؤ پنساری کی دکان پر تو ناہی ملت ہے۔ او کے لیے حکیم کے یہاں جاؤ۔ ارے ہم کہیں ہیں کہ بھیا ہم سسرا مسالہ ڈھونڈت ہیں۔ کسی بیماری کا نخسہ تھوڑی مانگت ہیں۔'' صادق نے کان پر سے بیڑی اتار کر اسے ماچس کی ڈبیا پر ٹھونکتے ہوئے کہا۔

''موصوف پورب کے ہیں۔ گالی دینے کا بہت شوق ہے۔ بطور خاص اپنے آپ کو۔ امی نے سیدھا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ایک نہ چلی ان کی۔''

ثریا نے آہستہ سے کہا۔

''اچھا بھئی صادق آج تو کھاؤں گی تمہاری مرضی کا اور کل سے میں سنبھالوں گی انتظام باورچی خانے کا۔ دیکھنا تو سہی کیسے کیسے کھانے پکواتی ہوں تم سے' لیکن سب سے پہلے امتحان پاس کرنا ہوگا تمہیں۔'' برجیس نے ایک پتیلی کے اوپر سے ڈھکن ہٹاتے ہوئے کہا۔

''کاہے کا امتحوا؟'' صادق نے حیرت سے برجیس کو دیکھا۔

''ارے بھئی اس کا کہ تم کڑھی کیسی پکاتے ہو' شب دیگ کس ترکیب سے پکاتے ہو' بہاری کباب کیسے لگاتے ہو۔''

اسی وقت باہر سے دروازہ دھڑ دھڑانے کی آواز آئی۔

''معلوم ہوتا ہے امی اور ابا آ گئے۔ چلو صادق جا کر دراوزہ کھولو اور بھئی برجیس تم جلدی سے یہاں سے نکلو ورنہ ابھی مجھے ڈانٹ پڑ جائے گی کہ تم برجیس کو گرمی اور دھوئیں میں لیے کہاں کھڑی تھیں؟''

برجیس اور ثریا باہر نکلیں تو صادق کے پہنچنے سے پہلے ہی پرویز دروازہ کھول چکا تھا اور چچی دونوں اندر آ چکے تھے۔

اشرف چچا کو دیکھ کر برجیس کے بدل پر گھونسہ لگا اشرف چچا ابا میاں سے کس قدر مشابہ تھے۔ وہ بے اختیار اشرف چچا کے سینے سے جا لگی اور پھر آنسو ضبط کرنا اس کے بس میں نہیں رہا۔

اس رات کھانے کے بعد صحن میں خونی رشتے اسے گھیر کر بیٹھے۔ نیم تاریک صحن میں بے آسرا دنوں کے بھوت اور بے آرام راتوں کی پچھل پائیاں اتریں۔ برجیس داور علی داستان گو نے داستان سفر آغاز کی۔ سفر جس کے درمیان اپنوں کی قہرناکیاں تھیں اور غیروں کی مہربانیاں۔ داستان کا ہیرو تھا کہ جغرافیہ جادو اس کے سر چڑھ کر بولتا تھا اور ہیروئن تھی کہ ملکہ تاریخ لقا کی اسیر زندگی کی طلسم ہوشربا' زندگی جو کہانیوں سے کہیں عجیب کہیں مہیب تھی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ڈھلتی ہوئی رات میں جب وہ ثریا کے برابر لیٹی تو اپنے گھر میں تھی چھت میں لگا ہوا پنکھا تیزی سے گھوم رہا تھا اور کمرے میں ہلکے نیلے بلب کی روشنی تھی۔ برابر کے کمرے میں پرویز تھا۔ پرویز نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا! کچھ نہیں کہا تھا! اور کیوں کچھ پوچھتا کیوں کچھ کہتا کہ باتوں کا تکلف تو غیروں سے کیا جاتا ہے۔

''تم سے اتنی بہت سی باتیں کرنی ہیں برجیس۔'' ''ثریا نے کہنیوں کے بل ہو کر اور گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔'' اس وقت بھی مجھے یہ سوچ کر کپکپی چڑھ رہی ہے کہ اس اندھیری رات کو جب تم نے مسز کاؤس جی کا بروچ انہیں لے جا کر دیا تھا..... اگر وہ غلط لوگ ہوتے..... اگر وہ بروچ گرانہ ہوتا اور اگر گرتا بھی تو تمہیں نہ ملا ہوتا۔''

''مجھے تو یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے اب میری زندگی کا سب سے اہم لفظ ''اگر'' ہے..... تم خود سوچو اگر ابا میاں نے جانے میں اتنی جلدی نہ کی ہوتی..... اگر تم لوگوں نے اچانک وطن چھوڑنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا۔۔۔۔۔۔۔ اگر تم لوگوں نے اپنا گھر نہ بدلا ہوتا یا بدلا ہی تھا تو مجھے نئے پتے سے آگاہ کر دیا ہوتا۔'' برجیس کے لہجے میں گہری اداسی تھی۔

''میں نے تمہارا خط ملنے کے بعد خط تو لکھا تھا تمہیں..... بہت تفصیلی خط تھا۔'' ثریا نے آہستہ سے کہا ''لیکن وہ تمہارے پٹنہ سے روانہ ہونے کے پہنچا ہوگا' جانے کس کے ہاتھ لگا ہو۔''

''کسی کے بھی ہاتھ نہیں لگا ہوگا۔ ڈاکیے نے پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا' سب ہی کو معلوم ہے کہ میں جا چکی ہوں۔''

''کسی نے پھاڑا ہو یا کھول کر پڑھا ہو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ تمہارے معاملے میں واقعی بہت سے ''اگر'' ہیں۔ میری سمجھ میں تو اشتہار والا معاملہ بھی نہیں آ رہا۔'' ثریا کے چہرے پر الجھن کی پرچھائیں تھی۔

''پرویز کہہ تو رہا تھا کہ بیچ میں ایک دن اخبار نہیں آیا تھا۔'' برجیس نے اسے یاد دلایا۔ ''یوں بھی میرے ساتھ تو اپنی بہت سی ناقابل یقین باتیں ہوئی ہیں کہ اب کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی۔''

''ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔'' ثریا نے ایک گہری سانس لی پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

برجیس نہا کر نکلی تو یہ سن کر حیران رہ گئی کہ پرویز پانچ منٹ پہلے دفتر کے لیے نکل گیا ہے۔ وہ ناشتا کرتے ہوئے اپنے آپ سے الجھتی رہی۔ یہ تو عجب کاروبار ہوا کہ انسان رشتوناتوں سے بھی گیا۔ میں اتنی دور سے مصیبتیں بھگت کر یہاں پہنچی ہوں اور وہ ایک دن کی چھٹی بھی نہیں کر سکتا اور اگر یہ ممکن نہ تھا تو کم سے کم ناشتے پر تو میرا انتظار کر لیا ہوتا۔ کل بھی تو اتنی دیر تک گھر میں تھا۔

ناشتے سے نمٹ کر چچی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ وہ ثریا سے باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن ثریا جانے کس الجھن میں تھی۔ پہلے تو

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

وہ اخبار کے صفحے الٹتی پلٹتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی ''میں ذرا صادق سے نمٹ لوں۔''

ایک لمحے کے لیے برجیس کو گمان گزرا' ثریا مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے تب ہی ٹک کر پاس نہیں بیٹھتی' پھر اس خیال کو اس نے جھٹک دیا۔ وقت نے اسے وہمی بنا دیا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے پھر اسے یاد آیا' چچا روشن رائے شتاب نے تاکید کی تھی خط لکھنے کی۔ وہ اپنے نام کے دونوں باغوں کی فروخت کا مختار نامہ ان کے نام کر آئی تھی۔ اب انہیں خط لکھ کر وہ اشرف چچا کے نئے پتے سے تو آگاہ کر دے شاید چند دنوں میں باغ بک جائیں تو روپوں کی ترسیل ایک مسئلہ ہوگا۔ وہ بیچارے رقم کیاں بھیجیں گے' کس پتے پر؟''

''ثریا ذرا ایک ایروگرام تو دینا۔'' اس نے باورچی خانے میں جھانک کر کہا۔ ''ثریا کھڑی صادق سے کسی بات پر الجھ رہی تھی۔

''میرے پاس تو ختم ہو گئے ہیں شاید بھیا کے پاس ہوں۔''

''تو ذرا نکال کر دے دو مجھے' میں جلدی ایک ضروری خط لکھ ڈالوں' صادق بازار جائے گا تو پوسٹ کر دے گا۔''

''میں بھیا کی چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتی۔ ہاتھ لگانا تو دور کی بات ہے کمرے میں قدم بھی نہیں رکھتی۔ تم خود جا کر نکال لو ..... ایسی چیزیں وہ میز کی دراز میں رکھتے ہیں'' ثریا نے بیزاری سے کہا۔

برجیس چند لمحوں تک اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔ ثریا تو پرویز پر جان چھڑکتی تھی' یہ اسے کیا ہو گیا تھا۔؟ وہ پرویز کے کمرے کی طرف پلٹی۔ رات ہی تو بنایا تھا ثریا نے کہ برابر کا کمرہ بھیا کا ہے۔

کمرے میں قدم رکھتے ہی برجیس کا جی خوش ہو گیا۔ سلیقے سے سجا سجایا اور سامان سے بھرا ہوا کمرہ۔ سامنے ہی رائٹنگ ٹیبل تھی۔ اس نے اوپر کی دراز کھینچی جو تقریباً خالی تھی۔ کچھ رسیدیں پڑی ہوئی تھیں کچھ کاروباری خط تھے۔ اس نے دوسری دراز کھینچی تو وہ اٹکنے لگی لیکن اس کی جھری سے برجیس کو رائٹنگ پیڈ کی جھلک نظر آئی۔ لفافے یا ایروگرام اس میں ہی ہوں گے۔ اس نے سوچا اور دراز کو اپنی طرف کھینچا وہ چند انچ اور آگے سرک آئی۔ پھر اس نے انگلیاں ڈال کر اس چیز کو کھینچا' جو دو درازوں کے درمیان آ گئی تھی۔ کچھ کاغذات تھے جو اٹک رہے تھے۔

حد کرتا ہے پرویز بھی جانے کیا کچھ ٹھونس رکھا ہے درازوں میں۔ برجیس نے زور لگایا تو تہہ کیا ہوا ایک بڑا سا کاغذ کھنچتا ہوا ہاتھ میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی دراز بھی کھل گئی۔ دراز میں لیٹر پیڈ تھا۔ ایروگرام تھے لیکن برجیس کی نگاہیں اس کاغذ پر جمی ہوئی تھیں۔ پاتال میں گرتے ہوئے اس نے کسی چیز کو تھامنا چاہا..... میز کی نگر ہاتھ میں آ گئی..... کھلی ہوئی آنکھوں سے اس

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

نے جاگنے کی کوشش کی..... جانے کیا نام تھا اس فلم کا' لکھنو میں دیکھی تھی..... صاف ستھرا مردہ خانہ۔ لمبی لمبی درازوں میں چپ چاپ لیٹے ہوئے مردے..... چند دنوں پہلے کر مردہ اخبار سڑ رہا تھا..... بودے رہا تھا..... کھوئے ہوئے کسی رشتے کو ڈھونڈنے والے مردہ خانے میں لاش کی صورت اسے پہچان لیں تو پھر تلاش ختم ہو جاتی ہے۔ تلاش ختم ہو گئی تھی۔

ثریا اسے آواز دیتی ہوئی اندر آئی ''تم تو یہیں کی ہو رہیں۔'' نظر چہرے پر پڑتے ہی اس نے آگے بڑھ کر برجیس کے ہاتھ سے اخبار لے لیا'' یہ تو کئی دن اس کا جملہ نامکمل رہ گیا ''تمہیں یہ کہاں سے ملا؟'' اس کی آواز لرز رہی تھی برجیس نے دراز کی طرف اشارہ کیا۔ ثریا اخبار کی کئی دن پرانی لاش اٹھائے تیزی سے باہر نکل گئی۔ اس کے کانوں تک ثریا کی ہذیانی آواز آ رہی تھی۔ چچی بھی کچھ کہہ رہی تھیں۔ ''گھر میں موت ہو گئی ہے آہستہ بولو!'' برجیس نے کہنا چاہا۔

وہ ننگے ٹھنڈے فرش پر بیٹھی رہی' پھر ثریا آئی اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے میں لے گئی۔ ''تم کیوں نہیں روتیں؟ ان سب کے گریبان کیوں نہیں پکڑتیں؟'' ثریا نے اسے جھنجھوڑ پھر بلک بلک کر رونے لگی۔

پیروں کے نیچے سے زمین سمیٹ لی جائے اور سر کے اوپر چھایا ہوا آسمان گھسیٹ لیا جائے تو آنکھیں اندھا کنواں ہو جاتی ہیں۔ پانی کی بوند نہیں رہتی ان میں۔

''میں نے اسی لیے تو تمہیں لکھا تھا کہ بات گمبھیر ہو گئی ہے۔ جلدی آؤ۔ ثریا نے آنسو پونچھے۔

برجیس نے اسے نگاہیں اٹھا کر دیکھا..... ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو..... مہینہ بھر پہلے پرویز کی نسبت طرے ہو گئی تھی' جمشید صاحب کی بیٹی سے..... آدھا کاروبار بھیا کے نام ہونے والا ہے بڑا گھر اسی لیے لیا گیا تھا..... میں نے آخری خط میں ساری تفصیل لکھ دی تھی ثریا کے منہ سے نکلنے والے لفظ اس کی سماعت کے پیالے میں کھوٹے سکوں کی طرح گرتے رہے سارے رشتے حجرہ ہفت میں بلا میں رہتے تھے۔ اشرف چچا..... ابا میاں کا خون۔ چچی جو اس کی خالہ تھیں..... اس کی ماں کی سب سے چہیتی گوئیاں..... دائی کے ٹھیکرے میں چاندی ان ہی نے ڈالی تھی..... پرویز کے ہونے والے خسر جمشید جادو..... ان کا پھیلا ہوا کاروبار..... سلسلہ طلسم جمشید..... شہر نیلام گھر..... ہر رشتہ برائے فروخت..... ہر ناتا روپوں میں تلتا ہوا۔ ترک وطن کرنے والے کلیم کے کاغذات' کاروبار اور روپوں کے انبار میں تل رہے تھے۔ تول رہے تھے۔

شور تھا' محض شور۔ اس نے کان بند کر لیے۔ ''ثریا میں کچھ نہیں سننا چاہتی' کچھ نہیں جاننا چاہتی۔'' دھوپ کھڑکی سے اتر کر بستر

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

پر آئی اور آگ لگ گئی جو رہی سو بے خبر رہی..... بے خبر رہی

دوپہر ڈھلی' شام ہوئی' پھوار پڑنے لگی۔ چلتے ہو تو چمن کو چلیے کہتے ہیں کیا ہوا چمن ظہور کا جل گیا..... آگ .....راکھ..... میں پاپن ایسی جلی نہ کوئلہ بھئی نہ راکھ..... نہ تو میں رہا نہ تو تو رہا' جو رہی سو بے خبری رہی کہ کتاب عقل کی طاق پر جوں دھری تھی تیوں ہی دھری رہی۔

وہ برآمدے میں جا بیٹھی۔ بدن پھنک رہا تھا۔ اشرف چچا آ گئے تھے اور یہ جاننے کے بعد کہ اسے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے۔ ثریا عالم وحشت میں ادھر سے ادھر پھر رہی تھی۔

آسمان اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹنے والے پرندوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ لوٹنے والوں کو غور سے دیکھتی رہی۔ ثریا اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ منتظر کے شاید اب وہ کچھ کہے گی۔ کچھ پوچھے گی۔

باہر گلی میں کسی گاڑی کے رکنے' دروازے کے کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی۔ برجیس کے اعصاب تن گئے۔ پرویز آ گیا تھا۔ صادق باورچی خانے سے لپکتا ہوا نکلا اور دستک سے پہلے ہی دروازہ کھول دیا۔

چند لمحوں بعد وہ مختلف قسم کے چھوٹے بڑے کاغذی تھیلوں اور کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری کو سنبھالتا ہوا پلٹا اور باورچی خانے کی طرف چلا گیا۔ پرویز نے اندر آ کر دروازہ بند کیا اور جیسے ہی اس کی نظر سامنے بیٹھی ہوئی برجیس پر پڑی وہ اسی طرف آ گیا۔ ثریا اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ارے بھئی تم کہاں چلیں۔ میں دوسری کرسی اٹھائے لیتا ہوں۔'' ثریا نے کچھ نہ کہا' خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

پرویز نے کرسی پر بیٹھتے ہی ٹانگیں پھیلا دیں۔ برجیس نے شام کی سرمئی روشنی میں پرویز کو دیکھا۔ وہ آشنا چہرہ جسے اس نے بچپن سے دیکھا تھا۔ جس کا ایک ایک نقش اس کے ذہن پر رقم تھا۔ جس کی ایک جھلک اس کے لہو میں مصری گھول دیتی تھی' آسائش کا احساس بچھاتی تھی۔ وہی چہرہ آج کس قدر اجنبی' کتنا غیر تھا۔

''اور سناؤ برجیس' تم نے دن بھر کیا ٹھاٹ کئے؟'' پرویز نے جھک کر دونوں جوتے اتارے۔ موزے اتار کر جوتوں میں ڈالے اور برآمدے کے پختہ فرش پر اپنے ننگے پیر رکھ دیئے۔

''بس جو ٹھاٹ تم مجھے کرانا چاہتے تھے وہی میں کیے۔'' برجیس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''نہیں یار۔تم تو اس قدر اچانک اور بے خبری میں آئیں کہ گھر میں تمہاری خاطر کے لیے کچھ تھا بھی نہیں۔اب اس وقت کچھ پھل اور کھانے پینے کی دوسری چیزیں لے کر آیا ہوں۔''

''تو اب تمہارے ہاں خاطر بازار سے خریدی ہوئی چیزوں سے کی جاتی ہے؟'' برجیس کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

پرویز نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا پھر ہنسنے لگا۔'' صحیح کہہ رہی ہو۔ہم لوگوں کے ہاں تو سوائے پھل' ترکاری اور گوشت کے کوئی دوسری چیز بازار سے خریدنے کا تصور ہی نہیں ہے لیکن یہ ثریا جو ہے بہت ہی کاہل بلکہ اکہل ہوگئی ہے۔ہل کر ہی نہیں دیتی۔'' وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر کہنے لگا۔'' برجیس میں چند ہفتوں کے لیے شہر سے باہر جانے والا ہوں۔اسی لیے کل دفتر سے چھٹی کی ہے۔اپنے جانے سے پہلے تمہیں تھوڑی سی سیر تو کرا دوں۔کل سمندر پر چلیں گے۔میں نے گاڑی کا اور ہٹ کا انتظار کرلیا ہے۔''

برجیس کے سینے میں نیزے کی انی ٹوٹ گئی۔یہ پرویز تھا یا کسی بہت اچھے ڈرامے میں بہت موثر مکالمے ادا کرنے والا کوئی اداکار؟

''صادق...... صادق'' پرویز نے باورچی خانے کی طرف منہ کرکے آواز دی اور صادق لپک کر باہر نکل آیا۔''جی بھیا؟''

''اماں یار کیا' جی بھیا کررہے ہو۔چائے پلانے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟''

''ہے کیوں نہیں بھیا۔دم پر رکھی ہے۔بس ابی ترنت لایا'' صادق یہ کہہ کر جھپاک سے باورچی خانے میں چلا گیا۔

اور سناؤ تم منہ میں گھنگھنیاں دبائے بیٹھی ہو۔کچھ اپنی کہو کچھ ہماری سنو۔یہ بتاؤ کہ یہاں کس ارادے سے آئی ہو۔کیا کرنے کا سودا سر میں سمایا ہے؟'' پرویز ایک بار پھر ہنسا۔ابھی وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ چچی نے پرویز کو پکارا۔

''ابھی آیا امی۔'' وہ کسی سعادت مند بیٹے کی طرف اٹھنے لگا۔

''دو منٹ بیٹھو پھر چلے جانا۔جو بات وہ بتائیں گی' بہتر یہی ہے کہ مجھ سے سنتے جاؤ۔''

یہ برجیس کی آواز کی گھمبیرتا تھی جسے سن کر پرویز اٹھتے اٹھتے بیٹھ گیا۔''میں ابھی دو منٹ میں آیا'' اس نے گردن موڑ کر ماں سے کہا پھر غور سے برجیس کو دیکھا۔''خیریت تو ہے ایسی کون سی بات ہے جو تم بتانا چاہتی ہو۔؟''

''کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے جو تمہیں معلوم نہ ہو۔بس یہ کہنا تھا کہ وہ کھویا ہوا اخبار مجھے مل گیا ہے۔وہی اخبار جس میں میرے بارے میں اشتہار چھپا تھا۔'' برجیس کی آواز میں تلوار کی کاٹ تھی۔

پرویز کا رنگ لمحے بھر کے لیے زرد پڑا'' کہاں سے ملا تمہیں وہ اخبار؟'' اس نے سنبھل کر کھردرے لہجے میں پوچھا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''تمہاری میز کی دراز سے۔''

''میری میز کی دراز کی تلاشی لینے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ شرمندہ ہونے کی بجائے الٹا اسی سے جرح کر رہا تھا۔

برجیس کے بدن میں بچھی ہوئی بارود بھک سے اڑ گئی۔ ''ثریا کے مشورے کے مطابق ایروگرام لینے گئی تھی۔ یوں سمجھو آگ لینے گئی تھی۔ پیمبری مل گئی۔ حقیقت کو جان لینے سے بڑی پیمبری اور کیا ہو سکتی ہے۔

''چلو اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی جان لیا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ تمہیں سارے حالات و معاملات سے کس طرح آگاہ کروں۔ بڑی مشکل آسان ہو گئی۔'' پرویز نے ایک گہری سانس لی۔ ''بات دراصل یہ ہے برجیس کہ ہم دونوں کی نسبت ہمارے بزرگوں کو چونچلا تھی اور انہی کے ساتھ ختم ہوئی۔ تمہارے مزاج میں خودسری بہت ہے۔ تم جو درست سمجھتی ہو وہ کر گزرتی ہو مجھے اس وضع کی لڑکیاں پسند نہیں۔ تم نے لکھنو جا کر ایم اے کرنے کا فیصلہ کیا تو اس فیصلے کو نہ چچا جان بدلوا سکے اور نہ میں۔ اس سے پہلے تمہارے سر میں گانے بجانے کا سودا سمایا تو نہ صرف یہ کہ تم نے گھر میں گانا سیکھنا شروع کیا بلکہ ریڈیو اسٹیشن سے پروگرام بھی کرنے لگیں۔ میرے اور تمہارے راستے بہت پہلے ہی الگ ہو گئے تھے۔ میں اسی لیے یہاں چلا آیا تھا کہ میرے خیال سے یہاں میرے سامنے ایک شاندار مستقبل ہے جب کہ وہاں میں عمر بھر کا کلرکی کرتا رہتا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم یہاں چلی آؤ گی۔ اگر اس کا مجھے شائبہ بھی گزرتا تو میں بلا کم و کاست ہر بات لکھ دیتا۔''

کس قدر سفاکی تھی اس کے لہجے میں۔

''تم نے اشتہار دیکھا اور چھپا لیا' کسی اور سے نہیں صرف ثریا سے۔ چچی اور اشرف چچا کی خاموشی بتا رہی ہے کہ انہیں علم تھا۔ اشرف چچا کو اپنے مرحوم بھائی کی آنکھیں یاد نہیں آئیں؟ میں تمہاری چچازاد بہن بھی تو تھی' تمہارا خون تھی رشتے کیا اسی طور بیچ منجدھار میں چھوڑے جاتے ہیں؟ ہجرت کیا واقعی انسانوں کا خون سفید کر دیتی ہے۔'' برجیس کے اندر آندھیا چل رہی تھی۔ زلزلے آ رہے تھے۔ بدن تپ رہا تھا۔

''وہ اشتہار تو سارے ہی عزیزوں کے نام تھا۔ کوئی میرے یا ابا کے نام تو نہ تھا۔

یہاں ہمارے سوا بھی بہت سے رشتہ دار ہیں تمہارے۔''

برجیس نے بولنے والے کو پہچاننے کی کوشش کی لیکن وہ شاید ہزاروں نوری میل کے فاصلے پر تھا۔ پہچانا نہ گیا۔

ہر چیز جل رہی تھی..... رشتے' تعلق' محبتیں' وضع داریاں' مروتیں۔ یہ شخص جو سامنے بیٹھا تھا..... اس سے اس کا کیا رشتہ

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

تھا؟ برجیس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ وہ شخص جس میں ابا میاں کی شباہت آتی تھی اور جو منہ چھپائے کمرے میں بیٹھا تھا' اس سے بھلا کیا تعلق تھا اس کا؟ ابا میاں کی شباہت تو دنیا کے اور بھی بہت سے انسانوں میں آتی ہوگی۔ تو کیا ایک گھر میں پیدا ہونا' ایک دادا کی اولاد ہونا' ایک تہذیب اور تاریخ سے تعلق رکھنا کوئی خاص بات ہے؟''

بدن آگ تھا..... حواس آگ تھے..... شباہتیں آگ تھیں..... یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے..... دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے..... کہاں سے اٹھتا ہے..... وہ اٹھی ہر چیز گردش میں تھی..... رات دن گردش میں ہیں سات آسماں اس نے کرسی کا سہارا لیا..... سنبھلنے دے..... سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی۔

کسی نے اسے تھام لیا ''تمہارا بدن بھن رہا ہے' ٹھہرو میں ڈاکٹر کو لاتا ہوں۔'' یہ کس کی آواز تھی؟ اس نے پہچاننے کی کوشش کی۔

''ابا میاں۔ ابا میاں کو بلا دو۔''

''برجیس..... برجیس۔'' کسی نے اسے جھنجھوڑا۔

وہ ثریا کا چہرہ تھا۔ ہوئے تم دوست جس کے..... اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ شاید کھڑی ہوئی تھی..... شاید بیٹھی ہوئی تھی۔

''میں گھر جاؤں گی..... ابا میاں کے پاس'' اس نے آنکھیں کھولیں۔ ہر چیز سرخ تھی..... ثریا کا چہرہ' چھت' دیواریں۔

''ثریا سواری کیوں نہیں منگواتیں۔؟ ابا میاں انتظار میں ہوں گے۔''

''میری جان تمہاری طبیعت بہت خراب ہے۔'' ثریا رو رہی تھی۔

آنسوؤں کی دھند تھی..... دھند میں چہرے تھے۔ آوازیں تھیں۔ اس کی اپنی اور ثریا کی آوازیں۔ ''ابا میاں..... ابا میاں..... '' وہ اپنی چیخیں سن رہی تھی۔ ''میں گھر جاؤں گی۔'' کسی نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ چل رہی تھی یا چیزیں چل رہی تھیں؟

مکان' دکانیں' گلیاں' بازار' پیڑ پودے سب ہی چل رہے تھے۔ دوڑ رہے تھے۔

پھر اچانک ہی ہر چیز ٹھہر گئی۔ کوئی دروازہ کھلا۔ کسی نے اسے سہارا دیا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ گنگا ہاں اسے گنگا پار جانا تھا۔ گھاٹ آ

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

گیا تھا۔لکڑی کی سیڑھیاں اسے نظر آ رہی تھیں۔وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے ان کی طرف بڑھی' پھر پلٹی" سنو سامان کے بغیر سفر کہاں ہوتا ہے۔میرا سامان۔سامان کہاں ہے؟"

"میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔سامان میرے پاس ہے۔" کسی مرد نے کہا۔

"نہیں قلی نہیں چاہیے۔سامان دے دو۔" اس نے قلی کے ہاتھ سے اپنا بیگ گھسیٹ لیا۔

وہ ریلنگ تھام کر جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔آنکھوں کے نیچے اندھیرا تھا لکڑی کی سیڑھیاں قدموں کے نیچے ڈول رہی تھیں۔وہ چڑھتی رہی۔کیبن بہت اوپر تھا' پھر تیسری منزل آ گئی .... تیسری منزل ہے کہاں تیری اے لالہ صحرائی۔اس نے کال بیل پر انگلی رکھی پھر وہاں سے ہٹا نہ سکی۔بہت شور تھا۔اس کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔دریا چڑھا ہوا تھا جہاز ڈول رہا تھا .... عرشے پر پیر نہیں جم رہے تھے .... پھر کیبن کا دروازہ جھٹکے سے کھلا اور اس کا توازن بگڑ گیا۔وہ لڑکھڑائی لیک دو ہاتھوں نے اسے سنبھال لیا کوئی عورت چیخی' پھر اس نے مندی ہوئی آنکھوں سے ابا میاں کو دوڑ کر اپنی طرف آتے دیکھا...... وہ گھر آ گئی تھی۔

تکیے پر دریا کی نمی تھی۔برجیس نے اسے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔اگن بوٹ گنگا کی لہروں پر تھرک رہی تھی اور اس کے دونوں پہلوؤں سے اڑنے والی چاندنی کی پھوار ہر چیز کو بھگو رہی تھی۔جھانجھنوں کی آواز کے ساتھ اماامن بوا اپنا آنچل سمیٹتی ہوئی نمودار ہوئیں۔ان کے ایک ہاتھ میں لوہے کا کرچھا اور دوسرے میں پیتل کی لگن تھی۔انہوں نے جھک کر اگن بوٹ کے انجن سے دہکتے ہوئے انگارے لگن میں نکالے اور انہیں گنگا کی لہروں پر بچھانے لگیں۔چاندنی کی چادر پر دہکتے ہوئے یاقوت سانس لے رہے تھے۔

"بیٹا اب کیہہ کا انتظار کر با۔لو اب اٹھ با۔" اماامن بوا پکاریں۔

وہ کسی معمول کی طرح اپنی جگہ سے اٹھی۔سفید آب رواں کی ساڑی پر جمی ہوئی ابرک چاندنی میں جھلملائی پھر وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر انگاروں کے فرش پر اتر گئی۔ببرن میاں کی آواز پانی پر ماتم کرنے لگی۔یہ بے سبب نہیں خالی گھروں کے سناٹے -------مکاں یاد کرتے ہیں مکینوں کو-------ہم آسماں سے لائے ہیں ان زمینوں کو-------وہ سسک سسک کر رونے لگی' اپنی زمین تو میں نے بیچ دی ابا میاں۔"

"بیٹے کس چیز کے عوض بیچی؟" سہ دری میں ٹہلتے ہوئے ابا میاں نے پوچھا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''دائی کے ٹھیکرے میں پڑی ہوئی چاندی کے عوض۔''

ابا میاں دونوں ہاتھ پشت پر باندھے سہ دری میں ٹہلتے رہے۔ ان کی آواز سیڑھیاں اتر کر اس تک آئی ''فروختند و چہ ارزاں فروختند۔''

ان کے سر پر رکھی ہوئی گاندھی کیپ نے ہنس کر کہا ''چہ ارزاں فروختند ..... چہ ارزاں''

ابا میاں ناراض ہیں' ان کی گاندھی کیپ ناراض ہے۔ چلوں ان کو مناؤں۔ وہ اٹھی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ گویا خواب تھا یہ سراب تھا یہ۔ کمرے میں ہلکی نیلگوں روشنی تھی۔ لیونڈر کی خوشبو تھی۔ سامنے کی کھڑکیوں کے نچلے حصوں پر سفید پالیسن کے کلف لگے ہوئے بلائنڈ تھے اور ان سے اوپر آسمان کا ایک ٹکڑا تھا۔ رات رخصت ہو چکی تھی۔ صبح تنہا تھی۔ ملگجے سے دھندلکے میں لپٹی ہوئی کچھ جاگتی اور کچھ سوتی ہوئی۔

خدا کا شکر ہے کہ سب خواب تھے۔ ابا میاں دریا کے کنارے ہوں گے۔ گنگا کا چوڑا پاٹ اس کی نیند بھری آنکھوں میں سما گیا۔ ہوا اس کے ٹھنڈے اور ہولے ہولے کروٹ بدلتے ہوئے پنڈے سے لپٹ رہی ہوگی۔ دریا رسمسا رہا ہوگا' جاگ رہا ہوگا۔

''میٹھے پانی کا مچھی۔ تازہ مچھی۔'' کہیں قریب سے آواز آئی۔ سائیکل کی گھنٹی بجاتے ہوئے کوئی ہانک لگا رہا تھا۔ اس نے حیرت سے اس آواز کو سنا پھر یہ حقیقت اس پر منکشف ہوئی کہ گنگا کے اور اس کے درمیان سینکڑوں میل کا ہجر ہے اور یہ بھی کہ ابا میاں چلتے چلتے اتنی دور چلے گئے ہیں کہ اب پلٹ کر نہیں آئیں گے۔

چشم زدن میں اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ ابا میاں نہیں پلٹے تھے پلٹ کر تو وہ آئی تھی' اس گھر کی طرف جس کی مہربانی بانہیں اس کے لیے کھلی ہوئی تھیں۔ وہ بے دم ہو کر گری تھی تو بانو آنٹی نے اور کاؤس انکل نے اسے سنبھال لیا تھا۔ وہ اسے اس کمرے تک لے آئے تھے جو مینو کا تھا۔ وہ براق بستر جس پر کبھی مینو آرام کرتی تھی اس کے بدن کے نیچے بچھ گیا تھا۔

آنکھوں کے سامنے چہرے تیرتے رہتے تھے۔ پیشانی کو دریا کی ٹھنڈی اور خوش گوار لہریں چھوتی رہتی تھیں۔ منو چہر' بانو آنٹی' کاؤس انکل اسے چمچے سے کچھ پلاتے ہوئے۔ بازو میں سوئیاں اترتی رہی تھیں۔

اس کے کانوں میں تلاوت کی آواز آئی۔ تلاوت؟ اس نے گردن موڑ کر آواز کی طرف دیکھا' بانو آنٹی اس کے بستر سے ذرا ہٹ کر آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ سر پر سیاہ ٹوپی تھی اور دونوں ہاتھوں میں کوئی کتاب۔ وہ جھوم جھوم کر پڑھ رہی تھیں..... بہ نام یزد بخشندہ' بخشائش گار مہربان' یاسا آھو ویریو' تندرستی درزوشنی اوایدا آیدون بعد' یاباری خدا' خداوند عالم آرا' ہمہ انجمن را

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

برجیس رابہ فرزندان ہزار سال در بیدار' شاد بیدار' تندرستی بیدار' ایدون بیدار' برسرار زانیہ' سالہائے بسیار وقرن ہائے بیشمار باقی و پاینده دار' ہزاراں ہزار' آفریں باد' سال خجستہ باد' روز فرخ باد' ماہ مبارکباد' چند سال' چند روز' چند ماہ' بسیار سال ارزانی دار' یزشنے و نیاشنے وردوزور برشنے۔ تندرستی باد' نیکی باد' خوب باد۔ خوب بادی۔ خوب باد۔

ان کی آواز نیم تاریک کمرے میں اجالا کر رہی تھی۔ یہ نام یزد بخشندہ بخشایش گار مہربان' برجیس نے آنکھیں بند کرلیں اور آنسو تھکی ہوئی آنکھوں کو دھونے لگے۔ اسے محسوس ہوا کوئی اس پر جھکا ہوا ہے۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ بانو آنٹی اس پر جھکی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس کی کھلی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو اس کی پیشانی چومی' اس کے رخسار' اس کی آنکھیں چومیں اور آرام کرسی گھسیٹ کر اس کے بستر کے برابر لے آئیں۔

''ابھی تم کیسا ہے برجیش؟'' انہوں اس کے دونوں اپنے نرم گرم اور مہربان ہاتھوں کی گرفت میں لے لیے اور اسے یوں دیکھتی رہیں جیسے کسی بہت قیمتی نادر روزگار شے کو دیکھتی ہوں۔ پھر انہوں نے اس کی پیشانی چھوئی ''آھورمزدا کی مہربانی۔ ابھی ٹمپریچر نئیں ہے تم کو۔'' پھر ان کی نظر تکیے کے نم پر پڑی اور وہ اچانک اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔

''ابھی تم یہ کیا بے بی مافک روتا ہے۔ کیدر تو بہت بریو بنتا ہے۔ ملک ملک پھرتا ہے۔ اپن کا کنٹری چھوڑ کر ایدر آتا ہے اور جب کبھی لائف اوپر نیچے ہوتا ہے تو پھر سوں سوں کرتا ہے۔ ارے تم کوئی لیڈی ہے یا کسی بیک ورڈ لوکالیٹی کا کوئی بے فضول سا چھوکری؟'' انہوں نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

چند منٹ تک وہ کمر پر ہاتھ رکھے اسے کھڑی دیکھتی رہیں پھر سوئچ بورڈ تک گئیں۔ نائٹ بلب بجھ گیا۔ بل روشن ہوا تو سارا کمرہ جگمگا اٹھا۔ انہوں نے سرہانے کی میز پر سے تھرمامیٹر اٹھایا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ برجیس نے فرمانبرداری سے تھرمامیٹر زبان کے نیچے رکھ لیا اور اس میز کو دیکھنے لگی جس پر سے انہوں نے تھرمامیٹر اٹھایا تھا۔ میز مختلف اقسام کی دواؤں کی شیشیوں سے بھری ہوئی تھی۔

ڈیڑھ منٹ بعد انہوں نے برجیس کے منہ سے تھرمامیٹر نکالا۔ ٹمپریچر دیکھتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھا ''آھورمزدا کا مہربانی' آج پہلا ٹائم ہے کہ ٹمپریچر نئیں ہوا۔ منوچہر بہوت وری کرتا تھا۔'' انہوں نے تیزی سے تھرمامیٹر کو جھاڑتے ہوئے کہا۔

بانو آنٹی نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ یہ بھی نہیں کہ بی بی جس دہلیز پر ہم تمہیں ہنستا مسکراتا چھوڑ کر آئے تھے۔ جہاں تمہیں عمر بھر رہنا تھا وہاں سے تم صرف چوبیس گھنٹوں میں کیوں پلٹ آئیں اور وہ بھی اس حال میں۔ وہ تو اسے بس یہ بتاتی رہیں کہ اس کی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

بیماری کے سبب وہ لوگ کس قدر پریشان رہے۔ منوچہر ساری ساری رات اس کے سرہانے بیٹھا رہا۔ پھر وہ ڈاکٹر کھمباٹا کو لے آیا' جب انہوں نے تسلی دی تب سب کو اطمینان ہوا۔

وہ چہکتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔ کاوس جی اور منوچہر کو یہ بتانے کہ آھورمزدا کی مہربانی سے برجیس کا بخار اتر گیا ہے۔

برجیس کی طبیعت سنبھل رہی تھی اور زندگی ٹھہرے ہوئے پانی کا تالاب ہوگئی تھی۔ ماضی میں حرف غلط کی طرح مٹ گیا تھا اور مستقبل سادہ صفحے کی طرح سامنے تھا۔ زندگی اب اس پر نئے سرے سے لکھی جائے گی۔

اس کا بخار اترے ہوئے تیسرا دن تھا کہ شام سے ذرا پہلے منوچہر چھوتی سے ٹرے اٹھائے کمرے میں آ گیا۔ "میں نے سوچا آج چائے۔ آپ کے ساتھ پی جائے۔

"جی ضرور آیئے بیٹھئے۔" برجیس سنبھل کر بیٹھ گئی۔ منوچہر چائے کی پیالی اسے تھما کر ایک کرسی پر ٹک گیا۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ گہری خاموشی۔ برجیس کا دم گھٹنے لگا۔ منوچہر چند لمحوں تک سر جھکائے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتا رہا پھر اس نے سر اٹھایا اور برجیس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"جس وقت مجھے معلوم ہوا تھا کہ مسٹر پرویز ہی آپ کے وہ منگیتر ہیں جن کے لیے آپ ہندوستان سے یہاں آئی ہیں تو میں سکتے رہ گیا تھا لیکن آپ سے میں کیا کہہ سکتا تھا۔ اسی لیے جب ممی نے آپ کی جولیری نکالی تھی اور سامان سمیٹنے کو کہا تھا تو میں نے انہیں منع کر دیا تھا اور بہانہ یہ کیا تھا کہ میں بعد میں پہنچا آؤں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ وہاں سے واپس آ جائیں گی۔ کس قدر افسوس ناک صورتحال تھی کہ جس شخص کے لیے آپ سب کچھ چھوڑ آئیں اس کی دو مہینے بعد کسی اور لڑکی سے شادی ہونے والی ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولتا رہا "مسٹر پرویز کے فادر ان لا میرے پیشنٹ ہیں' ان کی بعد دوائیں باہر سے آتی ہیں۔ مسٹر پرویز کا گھر مجھے قریب پڑتا ہے' اسی لیے اس روز میں ان کی دوا پہنچانے گیا تھا۔ ڈیڈی کو میں نے فوراً بتا دیا تھا۔ وہ بہت پریشان ہوئے تھے لیکن ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی واپسی ہم دونوں کے لیے حیران کن نہ تھی۔ آپ کی بیماری بھی سمجھ میں آتی ہے۔ میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک ایسے شخص کا غم نہ کریں جو آپ کے قابل ہی نہیں۔" پھر وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ کہے بغیر چلا گیا۔ اپنے لیے وہ چائے کی جو پیالی لایا تھا وہ اسی طرح لبریز تھی۔

ثریا کا فون آیا تو اس نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ "آنٹی اب اگر وہ فون کرے تو کہہ دیجئے گا کہ میں یہاں سے جا چکی ہوں۔" برجیس نے تاش کے پتے پھینٹتے ہوئے کہا۔ ان دنوں وہ گھنٹوں مسز کاؤس جی کے ساتھ رمی کھیلتی تھی۔ وقت انسانوں کے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ساتھ نہیں گزر سکتا تو پھر تاش کے پتوں میں ہی بانٹ دیا جائے۔

اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے قمر بھائی پہلے بھی فون کرتے رہے تھے' پھر ایک دن شام کو وہ اس سے ملنے چلے آئے۔ ان کی سمجھ میں یہ قطعاً نہیں آ رہا تھا کہ وہ بیمار کیوں ہے اور پرویز کے گھر کیوں نہیں رہتی۔

چند ہفتوں بعد پرویز کی شادی کہیں اور ہوگی تو خاندان میں سب ہی کو معلوم ہو جائے گا..... قمر بھائی کو بھی..... تو پھر میں خود ہی کیوں نہ بتا دوں' پھر اس نے قمر بھائی کو یہ بتانے میں کوئی الجھن محسوس نہ کی۔

''بدبخت ہے۔'' قمر بھائی کے منہ سے بے ساختہ نکلا پھر انہوں نے پر امید نظروں سے اس کی طرف دیکھا ''تو اب تم یہاں کب تک رہو گی ہمارے گھر چلو۔''

''آپ کے گھر میں بھلا کتنے دن رہ سکتی ہوں قمر بھائی۔ آخر کار تو مجھے اپنے ہی ساتھ رہنا ہے تو پھر چند دنوں کے لیے گھر بدلنے سے فائدہ۔؟

''ہمارا گھر اس قابل تو نہیں لیکن اگر تم چاہو تو وہاں عمر بھر.....''

برجیس نے انہیں جملہ مکمل نہیں کرنے دیا۔ ''نہیں قمر بھائی یہ مت کہیے۔ آپ بہت اچھے انسان ہیں' خرابی مجھ میں ہے۔ میں آپ کو خوش نہیں رکھ سکوں گی۔''

اتنا صاف جواب سننے کے بعد قمر بھائی کے پاس خاموشی سے رخصت ہونے کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔

قمر بھائی نے صحیح کہا تھا۔ وہ کب تک وہاں رہ سکتی تھی۔ زندگی کے نئے حوالے' نئے مفہوم تلاش کرنے کا مرحلہ درپیش تھا۔ وہ اسی ادھیر بن میں رہتی اور کاؤس انکل اور بانو آنٹی اس سے یوں پیش آتے جیسے اب اسے عمر بھر ان ہی کے ساتھ رہنا ہے۔ منوچہر بھی اکثر جلدی گھر آ جاتا۔ ماں کی فرمائش پر وہ کبھی سمندر کا رخ کرتا اور کبھی میلوں دور اپنے کسی دوست کے فارم پر لے جاتا۔ وہ ہارمونیم ٹھیک کروا لایا تھا۔ اب وہ گھنٹوں ریاض کرتی۔ رات میں اکثر مسز کاؤس جی اس سے کچھ سنانے کی فرمائش کرتیں۔

وہ اٹھتی اور ہارمونیم کے سامنے جا بیٹھتی۔ ماں' باپ اور بیٹا تینوں ہی وجد کرتے۔ منوچہر کا خیال تھا کہ اسے ریڈیو پاکستان میں آڈیشن دینا چاہیے۔ اسے فوراً ہی پروگرام مل جائیں گے۔ برجیس خاموشی سے ان تینوں کی باتیں سنتی۔ یہ احساس اسے بھی ہوا تھا کہ اس کی آواز پہلے سے کہیں گیری ہو گئی ہے لو دینے لگی ہے اس کی انگلیاں سفید' سیاہ سروں پر تھرکتیں اور اور آواز اڑان بھرتی تو سینے میں آرام بچھ جاتا۔ اس نے خاندان کے ہر اصول اور ضابطے کو طاق پر رکھ کر گانا سیکھا تھا' سب کو بے آرام کیا تھا تو اب جبکہ ابا

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

میاں نہیں رہے تھے اور خاندان خس وخاشاک کی طرح بکھر گیا تھا تو پھر وہ کیوں نہ زندگی کو سروں اور سپتکوں میں ڈھونڈے۔

وہ رات کو لیٹتی تو اس سفید چھت کو تادیر تکتی رہتی جس نے اسے تحفظ دیا تھا' زندگی کی گرم دوپہر میں اس کے لیے سائبان بن گئی تھی۔ وہ کب تک اس چھت کے نیچے رہ سکتی تھی' اسے یہاں سے جانا ہی تھا' جن زمینوں میں پرکھوں کی ہڈیاں دفن ہوں وہ زندگی کے اوپر لگ جانے کے سبب تو چھوڑی جاسکتی ہیں لیکن کوئی انسان اتنا اہم نہیں ہوتا کہ اس کے لیے بے وطنی اختیار کی جائے۔ اب جبکہ پرویز اس کی زندگی سے نکل گیا تھا تو یہاں رہنے کا بھلا یوں بھی کیا جواز تھا۔ ابا میاں نہیں رہے تھے لیکن ان کی ہڈیاں تو تھیں' امی بھی ان کے پہلو میں تھیں۔ شہر خموشاں کے اپنے محلے تھے اس کی آبادیاں تھیں۔ اس کی سہیلیاں' اس کے استاذ' اسے بنانے والے' اسے سکھانے والے اور جھڑکنے والے سب ہی تو وہیں تھے تو پھر وہ یہاں کیوں تھی؟ کیا کر رہی تھی؟ فیصلے پر پہنچ کر وہ سکھ نیند سو گئی

وہ جاگی تو برابر کے کمرے میں مسز کاؤس جی ورد کر رہی تھی بخوشنودی دین پاک یزداں۔ بخوشنودی اشوروان زراتشت سپیتماں انوشہ روان۔ بخوشنودی ہورمزدگاہ سہ دی یسپہ شا بخوشنودی بہمن وماہ گوش ورام۔

اس آواز سے رخصت کی گھڑی آ پہنچی تھی۔ برجیس کی آنکھیں گرم پانی میں تیر گئیں۔ کاؤس انکل سے بات کس طرح شروع کروں' کیا کہوں؟ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھی لیکن اس روز بات آغاز نہ کی جاسکی۔

ناشتا تیار کرتے ہوئے بانو آنٹی نے بتایا کہ چند دنوں بعد منوچہر کا جنم دن آنے والا ہے اور اس روز وہ جشن کریں گی۔ ''ابھی جشن ہوئیں گا تو اپن تم کو گارا اپنا ئیں گا' اپن کے پاس ایسا ایسا فنٹاسٹک گارا ہے تم دیکھیں تو آنکھ تمہارا جل بجھ کرے گا۔'' انہوں نے بھروچی اکوری' کے لیے انڈا پھینٹتے ہوئے برجیس کو اطلاع دی۔ خشک میوے کی ہوائی بھی زردی اور سفیدی کے ساتھی پھینٹی جارہی تھی اور جس تیزی سے ان کا ہاتھ چل رہا تھا اسی تیزی سے وہ یہ بھی بتا رہی تھیں کہ جشن میں وہ کیا کچھ کریں گی۔ برجیس کی سمجھ میں نہ بھروچی اکوری' کا نسخہ ترکیب استعمال آیا اور نہ یہ سمجھ سکی کہ گارا کس مرض کی دوا ہے لیکن وہ یہ ضرور جان گئی کہ جشن سے پہلے اسے اپنی رخصت کی بات نہیں کرنی چاہیے۔

اس روز ناشتے کی میز پر بیٹھی ہوئی مسز کاؤس جی نے ایگ کپ میں رکھے ہوئے انڈے پر زور سے چمچہ مارا۔ اس کا اوپری چھلکا گیا لیکن انہیں اس کی طرف دیکھنے کی فرصت ہی کہاں تھی۔ وہ تیوری چڑھائے ہوئے منوچہر کو گھور رہی تھیں۔

''ابھی اپن کچھ نئیں جانتا۔ بیچ لکشری میں تم اپنا فرینڈز بلائیں گا۔ ڈن۔ پر اپن جشن کرنا مانگتا۔ سمجھا تم؟ تمہارا بات ڈن تو اپن

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کا بات بھی ڈن۔" ان کی آواز تیز ہوگئی۔

"لیکن ممی....." منوچہر نے کچھ کہنا چاہا۔

"ابھی تو باپ سے جیاستی کافر ہوگیا ہے؟ کراچی کا کچرا گودام ہوگیا ہے تیرا کھوپڑی؟" مسز کاؤس جی کی گولہ باری میں اضافہ ہورہا تھا۔ برجیس نے ناشتا کرنے کی رفتار تیز کردی۔

"چھوٹا کاؤس جی۔ اپن کچھ نئیں سنیں گا۔ ابھی تیرے جی میں آوے ڈانس پارٹی بلاوے۔ کاک ٹیل پارٹی بلاوے۔ کیک کھلائے۔ منسٹر بلائے۔ پرائم منسٹر بلائے۔ پر اپن جشن مناویں گا۔ راپسی اور زاؤتار بلاویں گا۔ ابھی کوئی نئیں آتا اس گھر میں' بتی اس گھر سے آھورمزدا کی مہربانی اٹھ گیا۔"

برجیس ٹورسٹ کا بڑا سا نوالہ منہ میں رکھ کر اور چائے کی پیالی چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اٹھتے اٹھتے ہی اس کی نظر منوچہر پر پڑی۔ اس کا زردی مائل چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ تھا۔

"اور برجیس ابھی تم کیدر کو چلا۔" ٹی کا لیمنڈ بنائیں گا؟ آئس کریم جمائیں گا؟" انہوں نے برجیس کی لبریز چائے کی پیالی دیکھ کر اپنی توپوں کو رخ اس کی طرف پھیر دیا۔

"جی بس میں ابھی آئی۔ برجیس نے ڈائننگ روم سے نکلتے ہوئے کہا۔

"فار گاڈ سیک ممی' آپ برجیس کو یوں ڈانٹتی ہیں۔"

مسز کاؤس جی نے منوچہر کا جملہ پورا نہ ہونے دیا "ابھی ہم اس کو نئیں بولیں گا تو کیا تیرے سے بلائیں گا کسی کو کہ چھوکری کی ڈھبری ٹائٹ کرو؟ ابھی تمہارا سسٹر چھدک کر ایسا اٹھتا تو اپن کیسے بولتا؟"

"لیکن ممی یہ مینو نہیں ہے۔"

"ہاں بابا! ہم سے جیاستی کون جانے گا۔ بند کروا اپنا فلاسفی کا پستک۔ باپ بیٹا کی فلاسفی نے بیڑا اگرگ کردیا اپن کی فیملی کا۔ ابھی تم دیکھتا ہے کیسا میلہ لگا پڑا ہے۔ گھر میں وہ ہنستا ہے تو گھر کا اینٹ روڈ ہنستا ہے۔ باجا بجاتا ہے تو میز کرسی گاتا ہے۔ لگتا ہے تمہارا سسٹر واپس آ گیا ہے۔" وہ ڈبڈبا جانے والی آنکھیں ساڑی کے پلو سے خشک کرنے لگیں۔

"ممی فار گاڈ سیک۔"

چند لمحوں تک خاموشی کمرے میں خود سے ہم کلام ہوتی رہی۔ بانو لشکری کاؤس جی نے اپنے پلو کو دیکھا جس پر آنسوؤں نے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

جذب ہو کر ننھا سا دھبا بنا دیا تھا۔

''چھوٹا کاؤس جی۔ جلدی بولو ابھی کیا بولتا ہے۔'' انہوں نے بائیں آنکھ کے کونے میں اٹکے ہوئے تنہا آنسو کو چھنگلیا پر لے کر ایک طرف جھٹک دیا۔

برجیس نے باورچی خانے میں پھیلی ہوئی چیزوں کو سمیٹتے ہوئے ماں بیٹے کے مکالمے سنے۔ گھر میں ہر چیز سلیقے سے اپنی جگہ پر یوں جمی ہوئی تھی جیسے صدیوں سے وہاں رہتی ہو لیکن انسان سب اپنی اپنی جگہوں سے اکھڑے ہوئے تھے اور ان سب کے درمیان وہ یوں نمودار ہو گئی تھی جیسے ناٹک کے کسی سین میں زمین یا دیوار پھٹ گئی ہو اور اس میں سے کوئی جادوگرنی کوئی پری کس طلسم کا حال سناتی ہوئی نکل آئی ہو۔ اس کا جی چاہا وہ تالی بجائے اور منو چہر سے کہے جاؤ اور یہاں سے تین میل دور ایک طلسم کو پاؤ' خوف ہرگز نہ کھانا اور چلتے چلے جانا' حرکت کرتی ہوئی تصویروں سے نہ گھبرانا اور جب طلسم سے آوازیں خوفناک آئیں تو پیشانی پر بل نہ لانا' سب کچھ زمیں بوس ہو جائے گا اور طلسم ٹوٹ کر باغ عشرت بن جائے گا۔ سب بچھڑے ہوئے اپنی مراد پائیں گے اور ساتھ مینو کو لائیں گے۔

لیکن وہ پری نہ تھی۔ جادوگرنی بھی نہ تھی کہ چٹکی بجاتی اور زندگی کے طلسم کو مات دے دیتی۔ اس مینو کو حاضر کر دیتی جو اڈوانی صاحب کے بیٹے رتن کے لیے سب کچھ چھوڑ گئی تھی اور اب ہندوستان کے جانے کس گوشے میں اپنی جنت بسائے بیٹھی تھی۔ جنت یا جہنم؟

برجیس کی آنکھوں میں ایک لڑکی کا نقشہ سا ابھرا۔ نازک' سی کامنی سی۔ کسی نے اس لڑکی سے کہا..... کامنیا کاہے کھڑی ہو' چل کے کرونا سنگھار' چل کے کرونا سنگھار' پری رخسار' کھلے گلزار' کاہے کھڑی ہو' امنگ کے سنگ' رنگ ہے چھایا' رنگ جمایا' رنگیلی' رسیلی' بل بل جائیں ہم نثار' گائیں ہم ملہار' کامنیا کاہے کھڑی ہو اور وہ کامنی سی کسی پر نثار ہونے کے لیے جانہار رشتوں کو چھوڑ گئی تھی۔ رشتے بھلا یوں ترک کیے جاتے ہیں مینو بیگم؟

شام ڈھلے جب تم ہارمونیم کھولتی ہوں گی مینو بیگم' جب تم اپنے رتن اڈوانی کو نگاہوں میں تولتی ہوں گی اور گنگناتی ہوں گی۔ سنو سچا فسانہ' شاہ زمانہ۔ آیا تھا تاجر۔ ٹھہرا برابر۔ محلوں کے باہر۔ دیکھا جو مجھ کو ہوا دیوانہ' سچا فسانہ۔ سچا فسانہ' شاہ زمانہ' تو ایسے میں گھر کبھی تو یاد آتا ہوگا۔ وہ مینو سے کلام کرتی رہی۔

بے چہرہ وقت سر پر تاج رکھے بیٹھا تھا اور ساری کائنات اس کے قدموں میں تھی۔ طاق بستان۔ تخت جمشید کی سیڑھیاں۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

پاریسوں کا محبوب ترین منظر۔ اس منظر کا ایک رنگین عکس کاؤس جی کی اسٹڈی میں جھلملاتا تھا۔ تخت جمشید۔ کھوئی ہوئی عظمتوں کے نشان۔ ہمارے جھکے ہوئے کندھوں اور زرد چہروں پر نہ جاؤ۔ ہم کبھی شاہ شاہاں تھے راجہ راجگاں تھے' کسریٰ و دارا تھے' صد ستون کے کھنڈرات۔ عظیم الشان سیڑھیاں' دور دراز کے مفتوح علاقوں سے آنے والے سیڑھیاں چڑھتے ہیں' پیشانیاں گھستے ہیں' شاہ شاہاں کو نذریں گزارتے ہیں۔ شاہ شاہاں۔ وقت بے چہرہ وقت۔ کائنات قدموں میں ہے۔ مینورتن ایڈوانی برجیس داور علی بانو لشکری کاؤس جی..... حوا اور حوا کی بیٹیاں۔ آدم اور آدم کے بیٹے۔ کون بتائے کہ مینو شاہ زمانہ کے سامنے دوزانو ہو کر اس کی حمد و ثنا کرتی ہے یا پل چنوات سے گزرتی ہے' جہنم میں جلتی ہے اور اپنے اس گھر کو یاد کرتی ہے جو اس کے بعد برزخ ہو گیا تھا۔ یا جنت میں ٹہلتی ہے۔

برجیس کے پاس ان الجھے ہوئے سوالوں کے جواب نہ تھے۔

اس روز منہ اندھیرے بانو لشکری کاؤس جی نے صبح سویرے سارے گھر میں کرچھا پھرایا اور گاتھا نکال کر بیٹھیں۔ ان کی آواز لوبان کی خوشبو میں گھلنے لگی۔ ای مزدا بکسانیکہ تو از برائے کردار و گفتار و ستالیش شان جاودانی و راستی و کشور رسانی خواہی بخشید مانیز خواستاریم کہ از آں کساں باشیم تا از بخشائش تو بہرہ مند شویم ای اھورا۔

کام بہت تھے اور کرنے والے ندارد۔ بھانجی نے وعدہ کیا تھا آنے اور ہاتھ بٹانے کا لیکن رات کو معلوم ہوا تھا کہ دل آرام کی طبیعت بہت خراب ہے' وہ نہیں آ سکے گی۔ مہمانوں کے لیے کھانا پکانے میں برجیس بھی ہاتھ بٹا سکتی تھی البتہ جشن کے لیے وہ نہ پھل دھو سکتی تھی' نہ شربت بنا سکتی تھی۔ یہ سب شگن کے کام تھے' کتنی پیاری ہے برجیس مگر ذات برادری باہر۔ جشن میں بھی شریک نہیں ہو سکتی۔ دور سے دکھا دیں گی حالانکہ اس پر بھی بڑھیاں ناک بھوؤں چڑھائیں گی۔

سہ پہر تک کھانے پینے کی بیشتر چیزیں تیار ہو چکی تھیں۔ مسز کاؤس جی نے الماری کا تالا کھولا اور جشن میں استعمال ہونے والی چاندی کی تھالیاں' کٹورے' چمچہ چمٹا اور افرگینو نکالا۔ یہ چیزیں کتنے دنوں بعد نکلی تھیں۔ گڈی کے کاغذ میں لپیٹ کر رکھے جانے کے باوجود ان پر کلونس آ چکی تھی۔

''کراچی کا' بومبے کا کلائمٹ ہی کالا ہے۔ صبو کو چاندی رکھو' پیتل رکھو' شام کو سب کالا ہو جائیں گا۔'' انہوں نے تخت پر چادر بچھا کر ان چیزوں کو رکھا اور پھر انہیں اجالنے میں جٹ گئیں۔ ان کا ہاتھ تیزی سے چل رہا تھا اور اسی تیزی سے وہ بول رہی تھیں۔

''اھورمزدا کی مہربانی جو منوچہر جشن میں بیٹھیں گا۔ اس کا مغز پھریلا ہے۔ اپن یہ نئیں کریں گا۔ اپن وہ نئیں کریں گا۔ ابھی تم گھر

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

میں تھا تو یہ بکری کا مالک گردن ڈال دیا۔ اس کا مالوم ہوتا کہ برجیس نئیں سنتا ہے اس کی اری تڑی۔ تو یہ بوم مارتا' دند مچاتا۔''

برجیس ان کے ہاتھ کی جنبش کو دیکھتی رہی جس کے ساتھ ان کی چوڑیاں کھنکھنا رہی تھیں۔ وہ دیر سے ایک بات کہنے کا ارادہ کر رہی تھی۔

''آنٹی میں ذرا آدھے گھنٹے کو بازار ہو آؤں؟ اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''برجیس اب تم مارکیٹ کا ہے کو جائیں گا؟ ابھی کون سا ڈاوری کھریدنا ہے تم کو؟'' انہوں نے ہاتھ روک کر اور پیشانی پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

''بس ذرا ایک دو کتابیں خریدنا تھیں۔ آدھے گھنٹے میں آ جاؤں گی۔'' اس نے نگاہیں جھکا کر جھوٹ بولا۔

''اور ابھی تم کھو گیا تب؟''

''آپ بھی حد کرتی ہیں۔ میں روازنہ آپ لوگوں کے ساتھ نکلتی ہوں۔ تمام راستے یاد ہو گئے ہیں مجھے۔''

''اچھا بابا جاؤ' ابھی جو جی میں آئے کرو' پر گولی مافک جاؤ اور توپ کا گولہ مافک آنا''

برجیس اپنی ہنسی چھپاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ سیڑھیاں اتر کر سڑک پر آئی تو چند ہی قدم چل کر برگد کے سائے میں اسے ایک وکٹوریہ کھڑی مل گئی۔ بوڑھا کوچوان فٹ پاتھ پر اکڑوں بیٹھا بیڑی کے کش لگا رہا تھا۔

''بابا ذرا غلام محمد کی دکان تک چلنا ہے۔''

''ہاں میم صاحب آؤ بیٹھو۔'' بوڑھا کوچوان اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھ گیا۔ نشستوں کے بدرنگ غلاف جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے اور چکٹے ہوئے تھے۔ بوڑھے کوچوان نے گاری کا ہڈ اٹھایا' اچک کر گدی پر بیٹھا' بدحال گھوڑے کو ٹخاری دی اور گاڑی ایک جھٹکے سے چل پڑی۔

انسانوں کے پاس جادو کی چھڑی ہوتی تو کیا خوب ہوتا۔ برجیس کا جی چاہا' جادو کی چھڑی ہو' وہ اسے گھمائے تو فٹن میں اس مریل گھوڑے کی بجائے ستارہ جتی ہوئی ہو' سیس اور کلغی دھوپ میں جھلملا رہی ہو۔ گدیوں پر سفید کلف لگی پوشش ہو' پشت گاہ سے ٹکے ہوئے مخملیں کشن ہوں۔ کوچ بکس پر نسوخان ہوں' چابک کو چابک دان میں بجاتے ہوئے۔ ستارہ سے ناراض ہوئے تو ہوا میں چابک پٹخار رہے ہیں۔ مجال ہے کہ اس کی نوک ستارہ کی پشت کو چھو جائے لیکن سڑاپ سڑاپ کی آوازیوں آ رہی ہے' جیسے اس کی کمر ادھیڑے دے رہے ہیں۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی اور سب کچھ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ نسو خان' ستارہ' گھڑسال' جے منگل۔ برجیس نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ وکٹوریہ' غلام محمد اینڈ برادرز کے سامنے رکی ہوئی تھی۔

اس نے لکھنو دلی کلکتہ اور پٹنہ سے ابا میاں کے لیے کتنی ہی مرتبہ چیزیں خریدی تھیں۔ ہینڈ لوشن' کلون' قمیص کے کالر' ٹائیاں' کف لنکس۔ وہ چیزوں پر نگاہ دوڑاتی رہی پھر اس کی نظر چائنا بروکیڈ کے ایک ڈریسنگ گاؤن پر جم گئی۔ ہلکے سنہرے رنگ پر سیاہ' سبز' سرخ اور گلابی ریشم سے کڑھے ہوئے اژدھے' باغ بغیچے' داڑھیوں اور ٹوپیوں والے چینی دانشور کچھ سوچتے ہوئے۔ منوچہر کی سالگرہ کے لیے اس سے مناسب تحفہ اور کیا ہو سکتا تھا' وہ بھی تو ہر وقت سوچ بچار میں ڈوبا رہتا تھا۔ اس نے ڈریسنگ گاؤن کی قیمت ادا کی' اسے پیک کرایا اور باہر آ گئی۔

اس نے جان بوجھ کر بانو آنٹی سے غلط بیانی کی تھی ورنہ وہ اسے گھر سے قدم بھی نکالنے نہ دیتیں' اس کی جان کو آ جاتیں۔ کیسی شرم آتی تھی اسے ان لوگوں سے ایک بن بلایا فرد اور اب وہ اس طور وہاں ٹھہری ہوئی تھی جیسے زندگی وہیں گزارنے کا ارادہ ہو۔

وہ گھر پہنچی تو بانو آنٹی ناقابل یقین حد تک حسین ساڑیاں پھیلائے بیٹھی تھیں۔ گارا۔ چھ گز کی ساڑیاں جو صرف دولت مند پارسی عورتوں کے تن پر نظر آتی تھیں اور اب نایاب تھیں۔

''یہ کاؤس جی کا فادر لایا تھا اپنی وائف کے لیے 1880/1870 میں وہ چائنا جاپان جاتا تھا بمبئے میں' کراچی میں اس کا شپنگ بزنس تھا۔ اس پیریڈ میں پارسی لوگ اپنی گھر والی کے لیے چائنا سے یہ اسپیشل ساڑیاں بنواتا تھا۔ اپن لوگ کا ڈاوری گارا کے بنا ان کمپلیٹ'' انہوں نے عنابی اور سیاہ ریشم سے کڑھے ہوئے ایک گار پر انگلیاں پھیریں۔ ''برجیش ابھی تم سلیکٹ کرو کون سا گارتم پہنے گا۔ کس کا میچنگ بلاؤز ہے تمہارے پاس؟ یہ چکلا چکلی ڈیزائن ہے' یہ کانڈا پاپیٹا گارو ہے۔ کون سا مانگتا؟ جلدی بولو۔'' انہوں نے چٹکی بجائی۔

برجیس حیرت سے اس دنیا کو دیکھتی رہی جو گنج سلک کی سطح پر آباد تھی۔ چڑیاں چڑے' گھنے جنگل' پیڑ پودے' لکڑی کے پل' پگوڈا' کھلیانوں میں جھکی ہوئی عورتیں اور دراز داڑھیوں والے مرد گفتگو میں مصروف۔ انیسویں صدی کے چینی ہنرمندوں کے جلوے۔ وہ انگلیاں نابود ہو چکی تھیں۔ جو ریشم میں ایک دنیا بساتی تھیں۔ چینی عورتیں نیلا کوٹ پتلون پہنے سائیکلیں چلا رہی تھیں اور چینی مردوں کے پاس بدھ' لاؤ تزے اور کنفیوشس کے اٹھائے ہوئے مسائل پر بحث کرنے کا وقت نہیں رہا تھا۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے درمیان تعلق کے آرائشی پل کو لمحوں کی دیمک کھا چکی تھی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

شام ڈھلی۔ آئینہ برجیس کو دیکھ رہا تھا۔ چینی کڑھت سے بھرا ہوا ریشمی آنچل دائیں شانے پر پلو سر پر۔ ''بمبئی پارسی ناٹک منڈلی'' پارسی الکزنڈر تھیٹریکل کمپنی'' کی کوئی ہیروئن۔ برجیس لشکری چنائے۔ برجیس طناز منوالا۔ کون ہے جو شک کرے گا۔ زندگی ایک بہروپ' سوانگ۔ ایک سانگ..... سانگ دیکھو گردش افلاک کے۔

مہمان آتے گئے۔ گھر لوگوں سے چھلکتا گیا۔ بوڑھی عورتیں' خمیدہ کمر مرد۔ بے رنگ نوجوان چہرے' لڑکیاں ٹھٹھرے ہوئے پودے' بجھتے ہوئے چراغ' طاق بستان' صدستون' تخت جمشید زمیں بوس۔ آل مجوس۔ تاریخ کی سلاخوں پر ٹنگی ہوئی ایک نیم جاں نسل' وقت کا گدھ 31ھ سے انہیں نوچنے اور کھانے میں مصروف۔

منوچہر کو اس نے پہلی مرتبہ پارسی لباس میں دیکھا' گھٹنوں سے نیچے تک سفید جامہ' تنگ مہری کا سفید کھڑا پاجامہ' سر پر ٹوپی۔ وہ اس منوچہر سے کس قدر مختلف تھا جسے وہ صبح و شام دیکھتی تھی۔ بانو آنٹی اس پر نثار ہو رہی تھیں۔ کاؤس انکل ایک طرف کو بوڑھے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔

مذہبی رسوم کا آغاز ہوا۔ نصف چہرے پر سفید نقاب ڈالے ہوئے زاؤ تار اور راسپی سفید فرش پر چار زانو بیٹھے۔ افرگینو روشن ہوا۔ پھولوں اور پھلوں سے بھری ہوئی تھالی درمیان میں' سولہ پھولوں سے بھری ہوئی ایک اور تھالی زاؤ تار کے داہنے ہاتھ پر۔ اسی تھالی کے سیدھ میں ملیدے کی طشتری۔ جلتا ہوا دیا۔ راسپی نے چاندی کے چمچے سے صندل کی لکڑی کے ٹکڑے اور لوبان کا برادہ افرگینو کی روشن آگ میں ڈالا۔

آگ جو سچ تھی۔ خداوند خدا سے پیدا ہوئی تھی' آگ جس کے عطر سے انسان بنایا گیا۔ آتش بہرام' مقدس و منزہ آگ کہاں تھی؟ آگ کی پاک کی ہوئی سولہ اقسام جو 14 ہزار گھنٹوں تک گاتھا کی آیتوں کے ورد کے دوران اکٹھا کی جائیں تو آتش بہرام وجود میں آئے۔ آتش بہرام کہیں نہیں تھی۔

برجیس نے ڈرائنگ روم کے ایک دور افتادہ گوشے سے زاؤ تار اور راسپی کو دیکھا..... ایک دوسرے کو پھوپیش کرتے ہوئے' آگ میں صندل ڈالتے ہوئے۔ انہوں نے یسنا کا باج شروع کیا' ہمت' حقت' ھورشت۔

جشن ختم ہوا' ضیافت شروع ہوئی۔ مسز کاؤس جی بلبل ہزار داستاں کی طرح چہک رہی تھیں۔ وہ برجیس کو سب سے ملاتی رہیں۔ لبوں سے کوئی سوال نہ ہوا لیکن کئی ابرو اس کے نام پر اٹھے اور کئی اس کے لباس پر۔ منوچہر تصویریں اتارتا رہا' رشتہ داروں اور دوستوں کی تصویریں' برجیس کی تصویریں۔ کاؤس انکل اور بانو آنٹی کے درمیان وہ کھڑی ہے۔ ایک تصویر منوچہر کے کسی دوست

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

نے اتاری۔نسروان پرویز کاؤس جی' بانو لشکری کاؤس جی' برجیس داور علی' منوچہر نسروان کاؤس جی۔ مسکراتے ہوئے چہرے اور ان چہروں پر ہنستا ہوا وقت۔ چرند پرند' حجر شجر' بندہ بشر سب ہی کائنات کے سب سے بڑے ریپٹائل کے معدے میں اترنے کے لیے چلتے چلے جارہے ہیں۔آج ہم کل تمہاری باری ہے۔

سورج کی کرنوں نے بستیوں' باغوں اور کھلیانوں کو منور کیا' پاک کیا۔لوبان کی مانوس خوشبو اور یسنا کے ورد نے اسے بیدار کیا۔ ازتومی پرسم ای اھورا براستی مرا از آں آگاہ فرما..... ازتومی پرسم۔

ناشتے کی میز پر سب ہی تھے' منوچہر بھی' جب اس نے کہا کہ وہ جانا چاہتی ہے۔کاؤس انکل نے اخبار تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیا اور عینک اتار کر اسے دیکھا۔

''تم چلا جائیں گا برجیس؟'' بانو آنٹی کی آواز میں حیرت کا سمندر تھا۔ہاتھ کی لرزش سے پانی کا گلاس چھلک گیا۔خوشیوں کا پیمانہ اچانک اسی طرح چھلک جاتا ہے۔

آدھے کھائے ہوئے توس کو پلیٹ میں رکھ کر منوچہر نے کرسی کھسکائی اور چپ چاپ ڈائننگ روم سے چلا گیا۔

بانو آنٹی کا گھبرایا ہوا چہرہ اس کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جب ہندوستان میں کوئی بھی اس کا منتظر نہیں تو پھر وہ یہیں کیوں نہیں رہ جاتی۔

''کاؤس جی تم کو جاب دلائیں گا۔منوچہر تم کو ریڈیو لے جائیں گا' آڈیشن کرائیں گا' پھر تم ریڈیو پر سنگر ہو جائیں گا۔اپن محلہ فرینڈز میں تمہارے لیے بر ڈھونڈیں گا پھر شادی بنائیں گا۔'' وہ اپنی سی کہتی رہیں۔

برجیس کی آنکھیں لبریز ہو گئیں۔چھوٹی امی' اشرف چچا' پرویز' کتنے ہی رشتے اور چہرے ان آنسوؤں میں غرق ہو گئے' بس بانو آنٹی کا چہرہ جو تیرتا رہا اسے اپنی طرف بلاتا رہا۔اس نے بے قرار ہو کر ان کا ہاتھ تھاما اور ہونٹوں سے لگا لیا۔

کاؤس انکل ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے ''برجیس کو پریشان مت کرو۔'' انہوں نے بھاری آواز میں بیوی سے کہا اور کمرے سے نکل گئے۔''

گھر والے اداس ہوئے اور در و دیوار پر بھی اداسی پھر گئی۔بانو آنٹی کو چپ سی لگ گئی۔کاؤس انکل کو پریشانی اس بات کی تھی کہ وہ واپس جائے گی تو کس شہر میں رہے گی' کہاں ٹھہرے گی کیا کرے گی۔

''مت مجھے چند دنوں کی مہلت دو' وہاں دلی میں میرے کئی دوست ہیں۔یہاں سے جانے والے ہیں جن پر میں اعتبار کر سکتا

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ہوں۔تمہارے رہنے کا تمہاری ملازمت کا کوئی بندوبست ہو جائے۔" وہ اپنی عینک کے شیشوں کو بار بار صاف کر رہے تھے۔

"میں لکھنو میں رہنا چاہتی ہوں۔ پٹنہ گئی تو یادیں زندہ نہیں چھوڑیں گی۔لکھنو میں نئی زندگی شروع کرنا آسان ہوگا۔وہاں استاد ہیں' سہیلیاں ہیں' ابا میاں کے کئی پرانے دوست ہیں۔" لفظ اس کے گلے میں اٹکنے لگے۔ یہ وہی تو تھے جنہیں اجنبی جان کر وہ اپنوں کی تلاش میں منہ اندھیرے اس گھر سے چوروں کی طرح نکل کھڑی ہوئی تھی۔نسروان پرویز کاؤس جی۔محمد پرویز اشرف علی۔محمد پرویز سے خون کا' زمین اور زبان کا' مذہب کا رشتہ تھا۔اور نسروان پرویز ایک اجنبی' انجان' زمین الگ' زبان الگ' مذہب جدا۔رشتوں کی سرحدیں کہاں سے شروع ہوتی تھیں؟ کہاں ختم ہو جاتی تھیں؟

رات کے کھانے کے بعد وہ گیلری میں جا کھڑی ہوئی' کچھ ہی دیر گزری تھی کہ منوچہر وہاں آ گیا۔

میں جانتا ہوں کہ پرویز نے آپ کو کس قدر مایوس کیا ہے لیکن آپ یوں تو نہ جائیں۔ کچھ دن یہاں رہیں۔لوگوں سے ملیں' لوگوں کو برتیں' شاید آپ کو یہاں کچھ اچھے لوگ بھی ملیں۔وہ اس کے برابر منڈیر پر جھک کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ نے کبھی کسی کو قبرستان میں رہتے دیکھا ہے؟"

"میں سمجھا نہیں؟۔"

یہاں میری مذہبی تہذیب' میری روایات' میرے رشتوں کی قبریں ہیں۔قبروں کے درمیان کیسے رہوں۔؟

ان دونوں کے درمیان سناٹا تھا۔اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی۔منوچہر نے ایک گہری سانس لی اور منڈیر سے کہنیاں ہٹا کر سیدھا کھڑا ہو گیا" یہ یاد رکھئے گا کہ آپ کا ایک گھر کراچی میں بھی ہے۔" وہ جان کے لیے مڑا پھر لمحے بھر کو رکا "جشن کی تصویریں آج ڈھل کر آئی ہیں۔کچھ آپ کی بھی ہیں۔میں ایک سیٹ آپ کے لیے بھی بنوالوں گا۔انہیں لیتی جایئے گا۔" پھر وہ چلا گیا۔

اس شام کاؤس انکل گھر آئے تو نڈھال سے تھے۔انہوں نے برجیس کی طرف دیکھا "میری فیروز اواری سے بات ہو گئی ہے۔کل دن میں تمہاری روانگی ہے۔میں دلی میں نہیں جا سکتا لیکن لاہور تک تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔"

"برجیس۔تم اس گھر کو ڈیزرٹ کر جائیں گا۔" بانو آنٹی نے گلوگیر آواز میں کہا اور جا کر اپنے کمرے میں بند ہو گئیں۔

انہیں سمجھانا' ان سے رخصت ہونا کس قدر مشکل تھا۔

"میں آپ کو خط لکھتی رہوں گی۔سال دو سال میں چکر لگاؤں گی۔

برجیس انہیں جھوٹے دلاسے دیتی رہی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

"تم پکا فراد ہے برجیس' تم نہیں آئیں گا۔ اپن سے تمہارا کیا ناتا؟"

انہوں نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

ان کا جملہ برجیس کو بھالے کی طرح لگا "آپ کو اور میرا رشتہ ہر رشتے سے بڑا ہے' گہرا ہے' برجیس نے بہ مشکل کہا اور پھر اسے ضبط کا یارا نہ رہا۔

منوچہر اس کا سامان اٹھانے کمرے میں آیا تو اس نے خاموشی سے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ان تصویروں کو دیکھنے کا اب وقت نہیں رہا تھا' برجیس نے لفافہ اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیا۔ لاؤنج میں آئی تو بانو آنٹی نے اس کا سوٹ کیس کھلوا کو بہ اصرار وہ ساڑی اس کے سامان میں رکھوائی جو اس نے جشن کے دن پہنی تھی۔

"یہ گارا تمہاری ڈاوری کے لیے ہے۔" انہوں نے اس کے انکار پر ڈانٹتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

منوچہر سامان لے کر نیچے اتر گیا۔ کاؤس جی پہلے ہی نیچے جا چکے تھے۔ پھر انہوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا' پیشانی چومی اور کوئی چیز اس کے ہاتھ میں رکھ کر مٹھی بند کر دی۔

برجیس نے مٹھی کھولی۔ فیملی فارچون۔ خاندانی یادگار "یہ میری ڈاوری ماں کا ہے۔" کاؤس جی کی آواز دنوں اور مہینوں کو طے کرتی ہوئی اس تک آئی۔

"نہیں آنٹی۔ یہ نہیں۔ یہ آپ بہت زیادتی کر رہی ہیں۔"

"جیا ستی کتی کی بات نہیں کرو برجیش۔ میوا اپن کو بول کے جاتا....... اس کا آچھوی چھو سریمنی ہوتا......." بانو لشکری کا وس جی کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ وہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں۔ برجیس کے سامنے ان کی زبان پر مینو کا نام پہلی مرتبہ آیا تھا۔ درد کی لہر نے برجیس کو بنیادوں سے ہلا دیا۔ فیروزے کا وہ جڑاؤ بروچ اس کی مٹھی میں انگارے کی طرح دہکتا رہا۔

انہوں نے آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اٹھایا اور اسے دروازے کی طرف دھکیلا "جاؤ ابھی تم جاؤ۔"

برجیس ایک لمحے کے لیے رکی پھر جھکی' ان کے پیروں کو ہاتھ لگا کر اس نے اپنی پیشانی چھوئی' اپنی انگلیاں چومیں پھر وہ مڑی اور سیڑھیاں اترنے لگی۔ اس میں انہیں مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ شہر میں یہ دروازہ اس کے لیے ماں کی پھیلی ہوئی بانہوں کی طرح ہمیشہ کھلا رہے گا۔ اس نے ان کی طرف پیٹھ کی تو انہوں نے آئینے پر سبز پتہ رکھ کر اسے پانی سے بہایا۔ ما میتا کیم ہم فرو ھروان نیکان و دلبران و خیر خواہان را احو تو رنگہدار بدن است میتا کیم جس طرح پیٹھ دکھائی ہے اسی طرح منہ دکھانا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اسٹیشن پر کھوے سے کھوا چھل رہا تھا لوہے کی جالیوں کے اس پار دوسری ٹرین کھڑی تھی۔

کاؤس جی اسے پھر سے یاد دلانے لگے' کس سے ملنا ہے کہاں رہنا ہے۔ ''فیروز اواری اسٹیشن پر موجود ہوگا۔ تم اسے فوراً پہچان لوگی۔ سوٹ پر سولا ہیٹ اب بھلا کون پہنتا ہے۔''

برجیس کا دل الٹنے لگا۔ ابا میاں کہاں ملیں گے' کیسے نظر آئیں گے۔ آنسو چھپانے کے لیے اس نے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ ضبط کے مرحلوں سے گزر کر وہ پھر ان کی طرف مڑی۔

''ایک بات کہوں انکل؟''

''ضرور۔''

''مینو جی کا پتا دے دیجئے مجھے۔ میں ان سے جا کر ملوں گی۔'' اس نے وہ بات کہہ دی جو کراچی سے لاہور کے سفر میں اس کی زبان پر نہیں آ سکی تھی۔

کاؤس جی چند لمحوں تک اسے ایک ٹک دیکھتے رہے ''مینو سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ گھر سے جانے کے چند ہی مہینوں بعد اس نے خودکشی کر لی تھی۔''

عیار وقت نے قہقہہ لگایا اور اس کے قہقہے سے زمین و آسمان بھر گئے۔ برائے یکے بیون شور بخت۔ برائے یکے بیون شور بخت۔ برجیس نے لرز کر دیکھا۔ کاؤس جی رومال نکال کر اپنی عینک کے شیشے صاف کر رہے تھے ''بس اب جاؤ دیر ہو رہی ہے۔ تمہاری آنٹی کو کچھ نہیں معلوم۔ ان کے خیال میں وہ زندہ ہے' خوش ہے اور ان کی زندگی کے لیے یہی بہت ہے۔'' انہوں نے قلی کا اشارہ کیا اور وہ سر پر سامان سنبھالتا ہوا چل پڑا۔

برجیس کا سارا بدن لرز رہا تھا۔ وہ دو قدم آگے کو چلی پھر اس نے پلٹ کر دیکھا وہ اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ جلدی سے مڑے اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے دور ہوتے گئے۔ ان کے شانے ڈھلکتے ہوئے تھے اور عینک ہاتھ میں تھی پھر مسافروں کے ایک ریلے نے انہیں اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔

اس مہربان چھت کے نیچے سالہا سال پہلے گزری ہوئی مٹھی بھر راتیں' مٹھی بھر دن' لمحوں کے تخت رواں پر سوار' چشم زدن میں جھانکیاں دکھاتے گزر گئے۔

برجیس داور علی نے اس کھنڈر کو دیکھا جس سے وہ لپٹی ہوئی تھی' جس میں گزرے ہوئے وقت کی الٹی لٹکی ہوئی چمگادڑیں تھیں۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کھنڈر نے اسے ٹٹولا' اس کے رخساروں کو اپنی مڑی تڑی انگلیوں سے چھوا سوکھے ہوئے ہونٹوں سے چوم لیا۔ بجھی ہوئی آنکھوں نے پہچاننے کی ناکام کوشش کی۔

''آھورمزدا کی مہربانی۔ تم آ گیا مینو۔ برجیش کی مہربانی تمہیں لایا۔ پر تم بہت دیری سے آیا۔ تمہارا ڈیڈی ٹاور آف سائنس کو گیا۔ اپن اکلا پڑ گیا مینو۔ تمہارا انکل ٹاور کو گیا برجیش' ٹاور کو۔''

آندھیاں۔ زلزلے۔ ریگ رواں۔

وقت میگافون پر پکارا۔ ہز رائل ہائینس وقت۔ زندگی کہانی کا رائیٹر' ڈائیرکٹر' پروڈیوسر' فنانسر۔

''برجیس داور علی' واڈروب سے مینو کاؤس جی کا پنجر نکالو۔ اسے پہنو فلور پر آؤ اور کھیل دکھاؤ۔ جلدی کرو۔ لائٹس آن۔ کیمرہ رولنگ۔''

زندگی..... ناٹک۔ دنیا ناٹک منڈلی۔ ایک سوانگ' ایک سانگ۔ سانگ دیکھو گردش افلاک کے۔ زور تقدیر سے نہیں چلتا' سانگ ہم لاکھ لکھ کرتے ہیں۔ وقت کی ریگ رواں میں اتر جانے والی مینو وقت کی ریگ رواں میں اترتی ہوئی برجیس داور علی۔ بانو لشکری کاؤس جی۔ زور تقدیر سے نہیں چلتا۔ میں پاپن ایسی جلی۔ پاپ کیا تھا اور پن کیا؟ پاپ اور پن کے درمیان پل چنوات' تلوار کی دھار سے تیز اور باریک..... جو رہی سو بے خبری رہی۔

پل چنوات..... پل صراط..... وہ برجیس تھی وہ مینو تھی وہ موجود تھی وہ نا موجود تھی۔ وہ پرندے کھاتی تھی' وہ پرندوں کے پیٹ میں رہتی تھی' اس کے بدن پر گوشت تھا' کھال تھی' اس کے بدن سے گوشت نوچا جا چکا تھا اور پنجر برج خموشاں کی تہ میں خاک تھا راکھ تھا۔ میں پاپن ایسی جلی نہ کوئلہ بھئی نہ راکھ۔

سچ اور جھوٹ..... جھوٹ اور سچ..... کون کہاں کس سے جدا ہوتا تھا؟ از تومی پرسم اے اھورمزدا از تومی پرسم۔ میں تجھ ہی سے پوچھتی ہوں اے اھورمزدا' جھوٹ کہاں تمام ہوتا ہے اور سچ کہاں سے آغاز کرتا ہے؟''

کانوں میں چابی گھومنے کی آواز آئی۔ سب کچھ سیمیا۔ جادو نگر۔ طلسم گھر۔ کوئی دیو آتا ہے یا شہزادہ؟ قید کر لے گا؟ آزاد کرے گا؟۔

دروازہ کھلا' پھر بند ہوا' قدموں کی چاپ ابھری۔

وقت کی غلام گردش میں کھڑی ہوئی برجیس داور علی نے گھوم کر دیکھا۔ رنگ منچ پر ایک نیا کردار۔ ڈھیلے ڈھالے قیمتی کپڑے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ہاتھوں میں اسٹیتھ اسکوپ' عیسیٰ نفس' مسیح دوراں۔ آنے والا ایک قدم آگے بڑھا پھر پتھر کا ہو گیا۔

چاپ سن کر کھنڈر نے سر اٹھایا۔ ''ابھی جلدی سے ادھر آ۔ اسے دیکھا۔ اس سے مل۔ تیرا سسٹم آ گیا۔ اپنے فادر کا غم منا۔''

کھنڈر کی آواز پھٹنے لگی پھر کھنڈر نے گردن گھمائی اور آواز دی ''برجیس ابھی کمرے سے تم کب آئیں گا۔ اپن کا پرنس آف ویلز آ گیا۔''

کھنڈر بدن میں بانو آنٹی کہاں رہتی تھیں؟ اس خرابے میں ان کا ٹھکانہ کہاں تھا؟ برجیس نے سمندر آنکھوں سے انہیں اور آنے والے کو دیکھا۔ کبھی سحنغیب سیں کیا ہوا کہ چمن ظہور کا جل گیا۔ آنے والے کے ہونٹ ہلے۔ برجیس نے دہل کر اپنے ہونٹوں پر مشتری کی انگلی رکھ دی۔ ہشیار باش۔ ہشیار باش۔ چپ رہو۔ کچھ مت کہو۔

''مینو۔ مینو!'' بونا آنٹی اس سے مخاطب تھیں۔ جو رہی سو بے خبری رہی۔ اس نے ہونٹوں پر سے اپنی انگلی ہٹالی۔ یہ کس کی انگلی تھی؟ مینو کی یا اس کی؟ یہ اس کے ہاتھ سے جڑی ہوئی تھی یا برج خموشاں کی تہ میں رہتی تھی؟

''اپنی آنکھوں پر مجھے یقین نہیں آ رہا۔'' آنے والا اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''پہچان لیا مجھے؟'' برجیس کی سرگوشی میں حیرت تھی۔

''میں..... منوچہر نسروان کاؤس جی منتظر..... تمہیں نہیں تو اور کسے پہچانوں گا؟''

برجیس داور علی تنہا نے اسے دیکھا جس سے وہ سالہا سال پہلے رخصت ہوئی تھی..... جس نے کہا تھا کچھ دن یہاں رہیں' لوگوں سے ملیں' انہیں برتیں شاید آپ کو یہاں کچھ اچھے لوگ بھی ملیں..... جس نے باپ کے اٹھ جانے کی خبر دی تھی اور ہر برس اسے نئے سال کی مبارک باد کے کارڈ بھیجتا رہا تھا۔ شاید یہ یاد دلانے کے لیے کہ اس کا ایک گھر شہر بے مہر میں بھی ہے۔

کھنڈر نے منوچہر کا ہاتھ تھام لیا ''تیرا فادر بولتا تھا مینو اپن کو بھول گیا۔ وہ ابھی کبھی نئیں آئیں گا۔ ابھی ٹاور کو جاؤ' اس سے بولو می جیت گیا۔ تیرا اٹارنی جنرل فادر سارا لائف جھوٹ بولا..... سارا لائف۔ ابھی اپن مینو کو لے جائیں گا' اس کا مکھڑا دکھائیں گا تیرے فادر کو۔''

لمحوں' دنوں' صدیوں قرنوں کا جالا بنتی ہوئی وقت مکڑی نے ان پر نظر کی۔ بانو بے خبر..... بے خبر برجیس..... منوچہر بے خبر مایا جال میں پھنسے ہوئے پھڑ پھڑاتے ہوئے شکار..... قطاراں قطار' ہزاراں ہزار' غافل وانجان و بے خبر۔

زندگی خود کو دہرا رہی تھی۔ باپ اس کا سامان پی آئی بی سے لائے تھے' بیٹا ''میریٹ'' سے لے کر آیا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

بانو آنٹی راکنگ چیر میں بیٹھی جھولتی رہیں اور بولتی رہیں۔ کبھی وہ مینو سے مخاطب ہوتیں کبھی ''برجیس'' سے باتیں کرنے لگتیں ..... کہ کتاب عقل کی طاق پر جوں دھری تھی تیوں دھری رہی..... جو رہی سو بے خبری رہی۔ لفظوں کا چشمہ ان کے سوکھے ہوئے ہونٹوں سے ابلتا رہا' انگلیاں امربیل کی طرح برجیس کی انگلیوں سے لپٹی رہی۔

منو چہرٹرے میں ان کے لیے کھانا لے آیا لیکن وہ راکنگ چیئر سے اترنے کے لیے تیار ہی نہ تھیں۔ برجیس نے ان کا بازو تھام کر انہیں اٹھانے کی کوشش کی تو انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''شرم کرو مینو! ابھی تو اپن کے ساتھ جو رجیا ستی کریں گا؟ بڈھی ممی کو گھسیٹیں گا؟''

برجیس نے گھبرا کر ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ منو چہر نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور ان کی گردن کے گرد نیپکن باندھنے لگا۔ سوپ ان کی باچھوں سے بہہ رہا تھا۔ پڈنگ ان کے ہونٹوں سے گر رہا تھا۔ مستعد اور منتظم بانو آنٹی وقت کی گپھا میں کہیں رہ گئی تھیں' ان کی جگہ اس عورت نے لے لی تھی جس کے ذہن کے خلیوں کو دکھ کی دیمک کھا گئی' جس کے حافظے میں یادوں کی دھجیاں تھیں چہروں کترنیں تھیں۔

چند نوالے کھا کر انہوں نے مزید کھانے سے انکار کر دیا۔ منو چہر نے پیار سے محبت سے' ضد کر کے انہیں گولیاں نگلوائیں۔ ان گولیوں میں سکون اور تسکین کا قیام تھا نیند کا سامان تھا۔

برجیس ان کے پاس بیٹھی رہی اور اس کے دل پر آرے چلتے رہے۔ عالم بے خبری سے آنے والے سوال' عالم ہوش میں دیئے جانے والے جواب۔

''بچے کتنے ہیں مینو؟''

''تین!''

''سنگ کیوں نہیں لایا؟''

''اگلے ہفتے آئیں گے ممی!''

ابھی رتن کیسا ہے؟''

''اچھا ہے ممی!''

''بومبے میں گھر کہاں ہیں گا؟''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

''مالا بار ہلز پر!''

سچ کہاں تھا؟ سچ کہاں ہے؟ عالم تمام حلقہ دام خیال سے جو رہی سو بے خبری رہی۔

بانو آنٹی راکنگ چیر پر بیٹھی جھولتی رہیں۔ گزرے ہوئے دنوں سے اور گزرے ہوئے لوگوں سے کلام کرتی رہیں۔ دل ٹکڑے ہوتا رہا۔

منوچہر نے کمرے میں جھانک کر اسے دیکھا اور باہر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ انہیں دلاسہ دے کر اٹھنے لگی ''میں ابھی آتی ہوں۔''

''ابھی تم جائیں گا تو واپس نئیں آئیں گا۔'' انگلیوں نے اس کے ہاتھوں کو جکڑ لیا' آواز لرزنے لگی۔

نہیں ممی میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ ابھی آتی ہوں۔ منوچہر بلا رہا ہے۔'' برجیس نے اپنی گرفتہ آواز پر قابو پانے کی کوشش کی۔

''اچھا جا۔ اھورمزدا کی مہربانی کہ تو آیا۔'' دعائیں مانگ مانگ کر تڑخ جانے والے ہونٹ اھورمزدا کے سپاس گزار تھے ''اپن ابھی بھول گیا۔ برجیش کو بھیج' اس کو بول آنٹی بلاتا ہے۔''

''جی ممی!'' برجیس نے اپنے آنسو انگلیوں پر لے کر جھٹک دیئے اور کمرے سے نکل گئی۔

ڈائننگ ٹیبل سلیقے سے سجی ہوئی تھی۔

''اتنا اہتمام؟'' برجیس نے کہا۔ کھانے کی ہمت کس بدبخت میں تھی۔

''یہ اہتمام الگ رہا ہے تمہیں؟ یہ تو سب ڈیپ فریزر سے نکلا ہوا اور مائیکرو ویو اوون میں گرم کیا ہوا ہے۔ تم اطلاع دے کر آتیں پھر دیکھتیں کہ اہتمام کسے کہتے ہیں۔'' منوچہر نے ایک گہری سانس لی۔

کبھی یہ کیسی بھری پری میز ہوتی تھی۔ برجیس کی آنکھوں میں گزری ہوئی صبحوں اور شاموں کے لاشے تیر گئے۔ زندگی سے تھکے ہارے اور وقت کے مارے ہوئے وہ دونوں کھانے کی رسم ادا کرتے رہے۔

''تم نے یہاں سے جاتے ہوئے کہا تھا'' میں قبروں کے درمیان کیسے رہوں؟'' تمہارا یہ جملہ مجھے کبھی نہیں بھولا۔'' منوچہر نے آلو کے قتلے کو کاٹنے میں پروتے ہوئے کہا۔

''ہاں مجھے بھی یاد ہے کہ میں نے کیا کہا تھا لیکن منوچہر اب تو سب ہی قبرستان یا شمشان میں رہتے ہیں۔ اسکندر اعظم کی فوجوں نے ایران پہنچ کر جب تمہارے تالار صد ستون کو آگ لگائی تو وہ اتنی بلا خیز تھی کہ ان ستونوں کی بنیادوں میں سرایت کر گئی لیکن ہمیں اپنی تہذیب کی تباہی کے لیے باہر کی فوجوں کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ ہماری عمارتیں سلامت رہیں اور تہذیب خاکستر ہوئی۔ اس

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے..... جہاں میں ہوں وہاں سچ اور حسن سوگ باشی ہوئے اور جہاں تم رہتے ہو وہاں مرحوم مغفور" عرش سے ادھر ہوتا کاش کہ مکاں اپنا۔

منوچہر کے ذاتی اور غیر ذاتی سوال ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔ برجیس جواب دیتے ہوئے تھک گئی۔ کریدتے ہو جواب را کھ جستجو کیا ہے؟

"تم اپنے بارے میں بھی تو کچھ بتاؤ۔ مجھ ہی سے سوال پر سوال کر رہے ہو۔"

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں منوچہر منتظر کیا سنائے تمہیں؟ کیا کہے تم سے؟ کہنے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں!"

"تم اپنے آپ کو منتظر کیوں کہتے ہو؟ منتظر تو بانو آنٹی رہیں اور آج ان کا انتظار ختم بھی ہوا تو محض فریب، محض سراب۔"

"تمہارے لیے ان کے انتظار کا خاتمہ فریب ہے، سراب ہے جب کہ ان کے لیے سچ ہے، حقیقت ہے اور بس یہی بہت ہے ان کے لیے..... آج عمر بھر کی بے قراری ختم ہوئی ان کی۔"

"تم....." منوچہر اداسی سے ہنسا "تم اپنی تنہائی میں اس طرح گم ہوئیں کہ پھر تم نے کسی اور جانب نگاہ ہی کب کی؟ تم نے لوگوں کے بارے میں سوچا بھی بھلا کب؟" وہ اٹھ گیا "میں ممی کو اٹھا کر بستر پر لٹا دوں۔ وہ عموماً اسی راکنگ چیر پر سو جاتی ہیں، اٹھاتے ہوئے آنکھ کھل جائے تو مجھے جھڑکنے لگتی ہیں کہ میں انہیں معذور کیوں سمجھتا ہوں۔"

برجیس نے بچا ہوا کھانا ریفریجریٹر میں رکھنے کے بعد جھوٹے برتن سمیٹے اور انہیں دھونے کا ارادہ ملتوی کیا "پہلے بانو آنٹی کو دیکھ لوں۔ شاید جاگ رہی ہوں۔"

وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔ منوچہر نے ابھی انہیں راکنگ چیر سے اٹھا کر بستر پر نہیں لٹایا تھا اور کھڑا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"ارے تم نے ابھی تک انہیں نہیں اٹھایا؟"

"ممی سو گئیں۔" منوچہر نے کہا۔

"تو پھر آہستہ بولو۔ جگ نہ جائیں۔"

"ممی بالکل سو گئیں برجیس۔" منوچہر کی آواز جھرجھرا رہی تھی۔ برجیس نے دہل کر سو جانے والی کو دیکھا۔ آنکھیں بند، گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی، چہرے پر منڈھی ہوئی کھال پر نرمی اور سکون..... سکھ نیند سوتی ہوئی بانو لشکری کاؤس جی بے خبر۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

دونوں ان کے سامنے کھڑے رہے۔ آنکھیں جیٹھ بیساکھ کا سوکھا ہوا آسمان..... دل ساون بھادوں کا چھلکتا ہوا بادل ..... برجیس' منوچہر کا بازو تھام کر انہیں پرسہ دیتی رہی..... زندگی اس گھر سے آہستہ آہستہ کس طور رخصت ہوئی تھی۔

منوچہر اچانک جیسے سوتے سے جاگا اور ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا ''تم میرے ساتھ چلو گی یا تنہا رہو گی؟''

''میں انہیں تنہا کیسے چھوڑ سکتی ہوں..... جاؤ تم جاؤ۔''

''میں تو جانتا ہی نہیں کیا ہوتا ہے۔ ممی کی کزن ڈیفنس میں ہیں۔ انہیں لے آؤں۔ اردشیر انکل سے کہہ دوں۔ یہی لوگ سب کچھ کریں گے۔''

برجیس اٹھ کھڑی ہوئی ''یہ تو بتاتے جاؤ لوبان کہاں ہے' تھوڑا سا لوبان جلا دوں۔''

منوچہر نے کچن کی نچلی الماری سے کرچھا اور لوبان کے برادے کا ڈبہ نکال کر اسے دیا۔ ''آج صبح تک ممی نے گھر بھر میں کرچھا پھرایا تھا..... گھستی رہتی تھیں اور کام کرتی رہتی تھیں۔ لوگ قوت حیات کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔ وہ انتظار کی خاطر زندہ تھیں۔'' وہ شاید برجیس سے کہہ رہا تھا یا اپنے آپ سے..... پھر وہ چلا گیا۔

برجیس نے کرچھے میں لوبان کا برادہ رکھ کر اسے سلگایا اور ان کے کمرے میں لے آئی پھر وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گئی اور انہیں تکتی رہی۔ لوبان کی خوشبو کے ساتھ ان کی آواز ہر طرف سے امڈی چلی آتی تھی۔ ''برجیس.....

برجیس مصری لہجہ' مہربان آواز۔

وہ اس کے سرہانے کرسی پر بیٹھی ہیں اور جھوم جھوم کر دعائے تندرستی کا ورد کر رہی ہیں اس کے سامان میں سو برس پرانی بیش قیمت ساڑی سینت رہی ہیں ''یہ تمہاری ڈاؤری کے لیے ہے..... اس کی مٹھی میں دادی ماں کا بروچ رکھ رہی ہیں..... اس کی رخصت پر دعائیں پڑھ رہی ہیں۔

برجیس نے اپنی ساڑی پر لگے ہوئے اس بروچ کو چھوا جو اسے ان تک لے گیا تھا۔ دل کے قتلے ہونے لگے۔ اس نے بے قراری سے ان کے پچھی ہاتھ تھامے۔ میں کیا کروں.....؟ کیا پڑھوں آپ کے لیے؟ کسے پکاروں؟

کاؤس انکل کی اسٹڈی میں قانون کی کتابوں کے ساتھ کتنی ہی کتابیں فارسی کی تھیں۔ ان ہی میں' گاتھا' تھی۔ فارسی رسم الخط منوچہر نے باپ کی یہ کتابیں شاید اپنے پاس ہی رکھی ہوں۔ وہ گاتھا' لانے کے لیے اٹھی۔

اسٹڈی کی اس نے بجلی جلائی تو کمرہ روشنی سے چھلکنے لگا۔ الماریوں میں قانون کی جگ طب کی کتابوں نے لے لی تھی لیکن فارسی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

کتابیں اپنی جگہ پر تھیں۔ وہ مڑی' زرتشت کی تصویر بھی موجود تھی۔ نگاہ دوسری دیوار کی طرف اٹھی۔ برجیس کو اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے سنبھلنے کے لیے قریبی کرسی کی پشت مضبوطی سے تھام لی۔

دیوار پر بلواپ کی ہوئی تصویریں تھیں۔ سیاہ وسفید' وقت کی گرد سے قدرے دھندلائی ہوئی۔ وہ بانو آنٹی اور کاؤس انکل کے گلے میں بانہیں ڈالے ہوئے ہے اور تینوں مسکرا رہے ہیں..... وہ ماں' باپ اور بیٹے کے ساتھ سرپرگارا کا آنچل ہے' چینی ہنر مندی کا عکس..... برجیس لشکری چنائے..... برجیس طناز منوالا ایک بڑی تصویر صرف اس کی اور منوچہر کی سرکتی جائے ہے رخ سے نقاب آہستہ آہستہ۔

برجیس داور علی تنہا کے پیروں کے نیچے سے زمین نکلی جارہی تھی۔ آسمان سر پر جھکا آرہا تھا..... خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی..... جو رہی سو بے خبری رہی۔ اس نے دیوار کا سہارا لیا۔ تنہا رندگی کے ماہ وسال خوخیاتے ہوئے بندروں کی طرح اس پر جھپٹے اور سے کھسوٹنے لگے..... منوچہر منتظر کے ہونٹوں نے سرگوشی کی..... خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

خاک تو وہ ہوگئی تھیں جو اپنے حسابوں سب کچھ جانتی تھیں اور اب انتظار ختم ہوگیا تھا تو سکھ نیند سو رہی تھیں۔ اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے گاتھا' کو ڈھونڈا' لرزتی ہوئی انگلیوں سے اسے نکالا' پھر جانے کے لیے مڑی۔ ایک آخری نظر اس دیوار پر ڈالی جس پر منوچہر منتظر تھا..... نہ جاننا' جاننے سے افضل ہے۔

وہ کمرے میں آئی اور گاتھا' کھول کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ اس کی دھیمی اور ہموار آواز کمرے میں گونجنے لگی ..... بہترین چیز نصیب او باد آں را کہ آرزوئی بہشت است توسط خرد مقدس و مہرباں خویش بہشت بدوارزانی دار

بانو آنٹی اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہی تھیں' سینے سے لگا رہی تھیں۔ رخسار چوم رہی تھیں "تم آ گیا برجیس..... لے آیا مینو کو۔"

دہری دھار کا خنجر اس کے سینے میں برمے کی طرح اترا۔ نگاہوں میں مٹی کا وہ ڈھیرا ابھرا جو ابا میاں کے ڈھیرا ابھرا جو ابا میاں کے ڈھیر کے برابر تھا' جس پر اسے جنم دینے والی عورت کا نام تھا' جس کی چاہت کی حلاوت سے وہ عمر بھر محروم رہی وہی عورت ایک بار پھر سے جارہی تھی۔ پہلے اس نے مٹی میں آرام کیا' اب لوہے کی سلاخوں پر رکھی جائے گی۔ پہلے کیڑوں نے کھایا' اب پرندے کھائیں گے' گاتھا اس کے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ اس نے بے تاب ہوکر ماں گود میں اپنا سر رکھ دیا۔ اس کی گھٹی گھٹی چیخیں کمرے کی دیواروں پر سینہ زنی کرنے لگیں۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

آفتاب عالم تاب نصف النہار پر آیا۔ تھکے ہوئے منوچہر نے ممی کو دیکھا جنہیں نسی سالار اٹھائے لیے جا رہے تھے۔ دخمہ ٹاور آف سائنس برج خموشاں۔ ایک ہی مقام کے تین نام۔ ممی سے تیس قدم کے فاصلے پر دو موبد تھے' دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے۔ وہ بھی سروش کا باج کرتے ہوئے چلتا رہا۔

سچ کار..... سیزدو..... کسی بھی رسم میں برجیس شریک نہیں ہو سکتی تھی اسی لیے ممی کا آخری دیدار اس نے پہلے ہی کرا دیا تھا۔ وہ چلتا رہا دوسرے عزیز اور دوست بھی چلتے رہے۔ دو دو کی قطار میں۔

دخمہ اب سامنے تھا۔ ممی پتھر کے چبوترے پر رکھی گئیں۔ آخری سگ دیدی ہوئی پھران کا چہرہ ڈھک دیا گیا۔ منوچہر کے سینے میں درد نے کروٹ لی۔ یہ صورت اب کبھی نظر نہیں آئے گی۔ نسی سالار انہیں پھر سے لے کر چلے' دخمے کا دروازہ کھلا۔ اب وہ لوہے کی سلاخوں پر آرام کریں گی' عمر انہوں نے انتظار کے کانٹوں پر بسر کی۔ منوچہر نے سر اٹھا کر نیلے آسمان کو دیکھا۔ بلندی پر گدھ منڈلا رہے تھے' کچھ پیڑوں پر بیٹھے تھے اور کچھ دخمے کی منڈیر پر' گدھ جس سے زیادہ تیز نظام' ہضم دنیا کی کسی مخلوق کا نہیں ..... سفاک آنکھیں اپنے شکار کو تاکتی ہوئی..... نگاہوں میں تولتی ہوئی سنا ہے یہ سب سے پہلے آنکھوں پر گرتے ہیں لمحے بھر میں انہیں نوچ لیتے ہیں۔ منوچہر کو جھرجھری آئی۔ ممی کی آنکھوں کے سب خواب وقت اپنے پنجوں میں نوچ کر لے گیا تھا اور ویران آنکھیں اب مردار خور پرندوں کے حوالے تھیں۔

گھر پر مہر آنٹی اور اردشیر انکل کی عملداری۔ رسوم و روایات۔ یہ کرو وہ نہ کرو۔ نہ ممی کے جانے کا سوگ منایا جا سکا نہ برجیس کے آنے کا جشن۔ راحت و اندوہ ساتھ ساتھ کیوں چلتے ہیں؟ قدم سے قدم ملائے؟ دو دن یوں گزر گئے جیسے آئے ہی نہ تھے۔

ائیر پورٹ..... شب رخصت..... برجیس پہلی مرتبہ واپس جا رہی تھی تو کیا چی چاہا تھا لاہور جانے کا لیکن ڈیڈی سے یہ بات بھلا کس طرح کہی جا سکتی تھی؟ وہ دل مار کر رہ گیا۔ شاید دونوں ساتھ سفر کرتے تو وہ کچھ کہہ سکتا اور اب جبکہ نہ ڈیڈی تھے اور نہ ممی رہی تھیں تو سب کچھ کہنے سننے کا وقت گزر گیا تھا۔

منوچہر اسے ایک ٹک دیکھا کیا۔ تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں ''تم اگر رک سکتیں!''

''جانے والوں کا رکنا کیا اور چلے جانا کیا!''

''صدیوں بعد کیوں آئیں؟''

''میرے لیے کائنات میں تمہارا گھر آخری سچ تھا۔ اس گھر کے لوگوں نے مجھ سے خون کا' دودھ کا ٹھیکرے کی مانگ' مذہب

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

اور زبان کا حوالہ نہیں مانگا۔ میں ایک سہمی ہوئی لڑکی تھی اور اس گھر نے مجھے اپنی پناہ میں لے لیا۔ میں سچ کی اس چوکھٹ پر ماتھا ٹیکنے آئی تھی۔"

"بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔" منو چہرا داسی سے مسکرایا۔

برجیس نے سر جھکا لیا۔ نگاہوں میں ایک دیوار نمودار ہوئی۔ ان کہی کہانی..... خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک .....اس نے نگاہیں اٹھا کر منو چہر کو دیکھا..... کچھ ہم سے کہا ہوتا

سامان کب کا جا چکا تھا۔ مسافر جہاز کا رخ کر چکے تھے لیکن وہ دونوں سارے ہنگاموں سے بے خبر ایک دوسرے کو دیکھے گئے .....بے ربط باتیں کیے گئے۔ پھر اناؤنسمنٹ ہوئی..... آخری اناؤنسمنٹ

دونوں نے دہل کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ کہنے سننے کو کچھ بھی تو نہیں رہا تھا۔ زندگی کیا بس یہی تھی؟ یہی ہوتی ہے؟ مٹھی بھر دن ..... مٹھی بھر راتیں..... دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

دو تنہا انسانوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ شہنشاہ عالم پناہ وقت کے سامنے سر جھکایا اور جدا ہو گئے۔ برجیس نے روشن سرنگ کی جانب چلنا شروع کیا جو اسے نگلنے والی تھی۔ بھول بھلیاں؟ یا چنگھاڑتے ہوئے پرندے کی بڑی آنت؟ اس میں پہلا قدم رکھنے سے پہلے اس نے گھوم کر اس روشن اور مزین ہال کو لبریز آنکھوں سے دیکھا جس کے چاروں طرف شیشے ہی شیشے تھے۔ بانو لشکری کاؤس جی کے شہر کے آخری منظر پر ایک الوداعی نظر..... کتنی خوش نصیب تھیں کہ اپنی بے خبری کے ساتھ پرندوں کے پیٹ میں رہنے چلی گئیں۔

سمندر آنکھوں میں منو چہر نسروان کاؤس جی کا چہرہ ابھرا۔ ڈوبتے ہوئے منو چہر کا ہاتھ لہرایا..... کہ کتاب عقل کی طاق پر جوں دھری تھی تیوں ہی دھری رہی پھر ہنستے ہوئے لوگوں کی ایک لہر نے اس ہاتھ کو چھپا لیا۔

روشن سرنگ میں سفر شروع ہوا اس سفر کے اختتام پر سچ کی کوئی چوکھٹ نہ تھی۔ برجیس داور علی چنگھاڑتے ہوئے پرندے کے پیٹ میں آگے بڑھتی گئی۔ ہر طرف بے خبری تھی اور بے خبری کے اس نئے سفر میں، تنہائی اس کا ہاتھ تھامے ساتھ چل رہی تھی۔

◆◆◆

tsurdu.blogspot.com